اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُرائی سے منع کریں اور یہی لوگ مُراد کو پہنچے (ترجمہ کنزالایمان)

کی محمد سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں • یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

دعوتِ اسلام

ماہنامہ کراچی

DAWAT-E-ISLAM INTERNATONAL

Issue No.1 Vol.9, May. 2003. Rs.15.00

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

کاروانِ اسلامی کی جانب سے

ماہِ نور پیکج

انعامات کی بارش دلوں کو تھام کر خوشخبری سنیں
صرف -/2600 روپے میں بکنگ کرائیں

بکنگ کی آخری تاریخ دسمبر 2003ء

کاروانِ اسلامی کے
ماہِ نور پیکج کی
قرعہ اندازی میں حصہ
لینے والوں کے درمیان
12 فری ٹکٹ

شہید کربلا زیارات پیکیج

قافلہ برائے زیارات

ایران، عراق اور شام کی 307 زیارات
بکنگ صرف -/1000 روپے میں

بکنگ کی آخری تاریخ

آپ کے
پاکیزہ تصورات کا امین

مزید تفصیلات کے
لئے رابطہ فرمائیں

کاروانِ اسلامی

کمرہ نمبر 501 پانچویں منزل،
جیلانی ٹاور، نزد میری ویدر روڈ، ٹاور کراچی

2446818
2472575

www.karwaneislami.com www.karwaneislami.net www.karwaneislami.org
E-mail:karwaneattari@hotmail.com karwaneislami@hotmail.com

یا رسول اللہ ﷺ

یا اللہ عزوجل

ماھنامہ دعوت اسلام کراچی

☆ جلد نمبر: 1 ☆ شمارہ نمبر 9 ☆ مئی 2003ء

چیف ایڈیٹر:۔	ناصر علی جہانگیر
ایڈیٹر:۔	نشید اللہ فاروقی
ڈائریکٹر مارکیٹنگ:	اشرف میمن
لے آؤٹ ڈیزائنر	اختر حسین
کمپیوٹر ڈیزائننگ:۔	سید عرفان حسین / صباء الدین
پبلشر:۔	ناصر علی جہانگیر
پرنٹر	ہمدرد

اس شمارے میں

☆......نور قرآن

☆......نور نبوت

☆......عشق رسول سے مزین، دیوانوں کی روح پرور داستان

☆......کائنات کا ذرہ ذرہ حضور ﷺ کے کرم سے چمک رہا ہے

☆......قرآن کریم نے کائنات کے خزانے اگل دیئے

☆......یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ بے نقاب ہوگئے، تحقیقاتی رپورٹ

☆......مشرکین کی توہم پرستی کا جنازہ نکال کر رکھ دیا

☆......محبت رسول سے سرشار دل غیر اللہ سے نہیں ڈرتے

☆......علم کا درخت، ہیرا اور جوہری، گدھا شیر اور لومڑی

☆......آپ کے خطوط

☆......امریکہ کے شیطانی دماغوں نے پاکستان کے لیے جال پھیلا دیا

☆......طبی مشورے

ضروری معلومات و ہدایات

پاکستان میں ہدیہ فی پرچہ =/15 روپے، سالانہ چندہ =/180 روپے، بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں، منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔ اگر پہلے خریدار ہیں تو اپنے خریداری نمبر کا حوالہ بھی دیں۔ لفافہ میں رکھ کر رقم ہرگز نہ بھیجیں، نہ نوٹ کی شکل میں نہ ٹکٹوں کی شکل میں۔ چندہ سالانہ کی میعاد ختم ہونے پر خریدار کو بذریعہ کارڈ اطلاع دی جاتی ہے۔ اس اطلاع کے بعد جب تک چندہ کی رقم موصول نہ ہوگی پرچہ کی ترسیل بند رہے گی، اگر پرچہ بذریعہ وی پی منگوانا مقصود ہو تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ وی پی کا خرچہ 180+12+10 روپے ملا کر وی پی پرچہ 202ء روپے میں موصول ہوگا۔ لہذا اس زائد خرچہ سے بچنے کے لیے 180 روپے منی آرڈر کریں، کسی ماہ پرچہ 12 تاریخ شمسی تک نہ ملے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے دوبارہ طلب کریں ادارہ ہر ماہ 10 تاریخ تک تمام خریداران کو پرچہ بھجوا دیتا ہے۔ نہ ملنا محکمہ ڈاک کی کوتاہی ہوتی ہے، آپ کا خریداری نمبر آپ کے پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ اسے نوٹ فرمالیں اور خط و کتابت کرتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیں۔

بیرونی ممالک: بیرون ملک پرچہ ترسیل پر ڈاک خرچ بہت زیادہ لگتا ہے اس لئے پرچوں کا ہدیہ بھی زیادہ مقرر کیا گیا ہے۔ عرب امارات میں فی پرچہ 7 درہم، سالانہ چندہ 70 درہیم ہے، کویت میں فی پرچہ نصف دینار سالانہ چندہ دس پونڈ ہے۔ امریکہ میں فی پرچہ دو ڈالر اور سالانہ چندہ بیس ڈالر ہے۔ جتنی رقم جس مقصد کے لیے بھجوائیں اس کی تفصیل ضرور لکھیں، خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

نرخنامہ اشتہارات: آخری صفحہ ٹائٹل فی اشاعت 5 ہزار، اندرونی صفحہ ٹائٹل فی اشاعت 2500 روپے، عام صفحات فی صفحہ فی اشاعت 1500 روپے۔ رقم اشتہارات کے ساتھ پیشگی ارسال کریں۔ دینی تبلیغی اداروں کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔ اشتہار کی اشاعت ادارہ کی مرضی پر منحصر ہے۔

فی پرچہ 15 روپے — سالانہ چندہ 180 روپے

ضرب اسلام ہاؤس 1/2 متصل شفیق پریس

نزد آئی آئی چندریگر روڈ کراچی موبائل: 2623630

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

اللہ' اللہ' اللہ' اللہ'

از: مفتی اعظم ھند مولانا مصطفیٰ رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

اللہ اللہ اللہ اللہ

قلب کو اس کی رویت کی ہے آرزو
جس کا جلوہ ہے عالم میں ہر چارسو
بلکہ خود نفس میں ہے وہ سبحنہٗ
عرش پر ہے مگر عرش کو جستجو

اللہ اللہ اللہ اللہ

تو کسی جا نہیں اور ہر جا ہے تو
تو منزہ مکاں سے مبرہ زسو
علم و قدرت سے ہر جا ہے تو کوبکو
تیرے جلوہ ہیں ہر ہر جگہ اسے عفو

اللہ اللہ اللہ اللہ

سارے عالم کو ہے تیری ہی جستجو
جن و انس و ملک کو تری آرزو
یاد میں تیری ہر ایک ہے سو بسو
بن میں وحشی لگاتے ہیں ضربات ہو

اللہ اللہ اللہ اللہ

طایران جناح میں تیری گفتگو
گیت تیرے ہی گاتے ہیں خوش گلو
کوئی کہتا ہے حق کوئی کہتا ہے ھو
اور سب کہتے ہیں لاشریک لہ

اللہ اللہ اللہ اللہ

نعت

اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام جس کے پڑھنے میں دونوں ہونٹ نہیں ملتے

سید کونین، سلطان جہاں!
ظل یزداں شاہ دیں عرش آستاں

کل سے اعلیٰ کل سے اولی کل کی جاں
کُل کے آقا کل کے ہادی کل کی شاں

ہر حکایت ہر کنایت ہر ادا
ہر اشارت دل نشین و دل نشاں

دل دے دل کو جان، جاں کو نور دے
اے جہان جان والے جان جہاں

آنکھ دے اور آنکھ کو دیدار نور
روح دے اور روح کو راح جناں

اللہ اللہ یاس اور ایسی آس سے
اور یہ حضرت یہ در یہ آستاں

تو ثنا کو ہے ثنا تیرے لیے
ہے ثنا تیری ہی دیگر داستاں

تو نہ تھا تو کچھ نہ تھا گر تو نہ ہو
کچھ نہ ہو تو ہی تو ہے جان جہاں

تو ہو داتا اور اوروں سے رجا
تو ہو آقا اور یاد دیگراں؟

التجا اس شرک و شر سے دور رکھ
ہو رضا تیرا ہی غیر از این و آں

جس طرح ہونٹ اس غزل سے دور ہیں
دل سے یوں ہی دور ہو ہر ظن و ظاں

اعلیٰ حضرت رحؒ کا یہ پیغام ہے

اے میرے دوستو اے میرے ساتھیو
عالمو قاریو حافظو مفتیو!

غور سے تم میری نظم کو اب پڑھو
جو سزا میرے لائق ہو تم مجھ کو دو

میں تمہاری سنوں گا دل و جان سے
ہاں کروں گا نہ سمجھوتہ بے ایمان سے

آج ''علماء'' کی جو کونسل ہے بنی
اس کی بنیا دہے ''ندویت'' پر پڑی

جن سے صاحب سلامت دعا بند تھی
اب انہیں کے لیے وقف ہے زندگی

دیکھتے دیکھتے انقلاب آ گیا!
مرغ والوں کے ہاتھوں میں زاغ آ گیا

دن میں ہے فون پر قاضی جی قاضی جی
رات کو ہے سبع الحق کی گھنٹی بجی

اپنے اسلاف کی کچھ بھی پرواہ نہ کی
اہل سیاست کی حب و فا کدھر گئی

کیا یہی ہے تقاضائے حب نبی! ﷺ
دشمنوں سے نبی کے کریں دوستی

ہر طرف گمراہی اور اندھیرا ہے
ہوش میں اب بھی آجاؤ تو خیر ہے

تیری غفلت سے ہی بھیڑیا شیر ہے
توبہ کرنے میں اب تم کو کیا دیر ہے

مسلک اعلیٰ حضرت سے منہ موڑ کر
تم بتاؤ بھلا جاؤ گے اب کدھر

مفتی اعظم ہند کا القی!
شاہ سردار احمد کا عشق ہدی

میرے حشمت علی جو ہیں شیر رضا
ان کی جہد مسلسل کا ہر اک لمحا!

کہہ رہا ہے یہ سنی مسلمان سے
بچ کے رہنا وہابی گستاخ سے

موت کا ایک دن بالیقیں آئے گا
کروفر سارا دنیا میں رہ جائے گا

کوئی عہدہ و منصب نہ کام آئے گا
کام محبوب ﷺ رب کا ہی نام آئے گا

اعلیٰ حضرت کا ساحل یہ پیغام ہے
سینوں پر بڑا جن کا احسان ہے!

نور قرآن

مجدد ملت امام احمد رضا خان بریلوی رحمته الله کے ایمان افروز قلم سے

الحمدالله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیین محمد واله وصحبه اجمعین الی یوم الدین بالتبجیل وحسبنا الله ونعم الوکیل.

اما بعد! فاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم. بسم الله الرحمٰن الرحیم. انا ارسلنک شاهدا ومبشرا ونذیرا☆ لتئومنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه وتسبحوه بکرة وصیلا ☆ (سوره فته آیت ۸.۹)

اے نبی! بے شک ہم نے تمہیں گواہ اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

مسلمانو! دیکھو دین اسلام بھیجنے، قرآن مجید اتارنے کا مقصود ہی تمہارا مولیٰ تبارک وتعالیٰ تین باتیں بتاتا ہے۔

اول۔ یہ کہ لوگ اللہ ورسول پر ایمان لائیں۔

دوم۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کریں۔

سوم۔ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کریں

مسلمانو! ان تینوں جلیل باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو، سب میں پہلے ایمان کو فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب ﷺ کی تعظیم کو اس لئے کہ بغیر ایمان تعظیم کارآمد نہیں بہتیرے نصاریٰ ہیں کہ نبی ﷺ کی تعظیم وتکریم اور حضور پر سے دفع اعتراضات کافران لئیم میں تصنیفیں کر چکے، لکچر دے چکے مگر جبکہ ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں کہ یہ ظاہری تعظیم ہوئی، دل میں حضور ﷺ کی سچی عظمت ہوتی تو ضرور ایمان لاتے، پھر جب تک نبی کریم ﷺ کی سچی تعظیم نہ ہو، عمر بھر عبادت الٰہی میں گزارے، سب بیکار ومردود ہے۔

جوگی راہب

بہتیرے جوگی اور راہب ترک دنیا کر کے اپنے طور پر ذکر وعبادت الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں کہ بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لا الہ الا اللہ کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر ازاں جا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم نہیں کیا فائدہ؟ اصلاً قابل قبول بارگاہ الٰہی نہیں، اللہ عز وجل ایسوں ہی کو فرماتا ہے۔

وقدمنا الی ماعملو من عمل فجعلنه هباء منثوراً.

''جو کچھ اعمال انہوں نے کئے ہم نے سب برباد

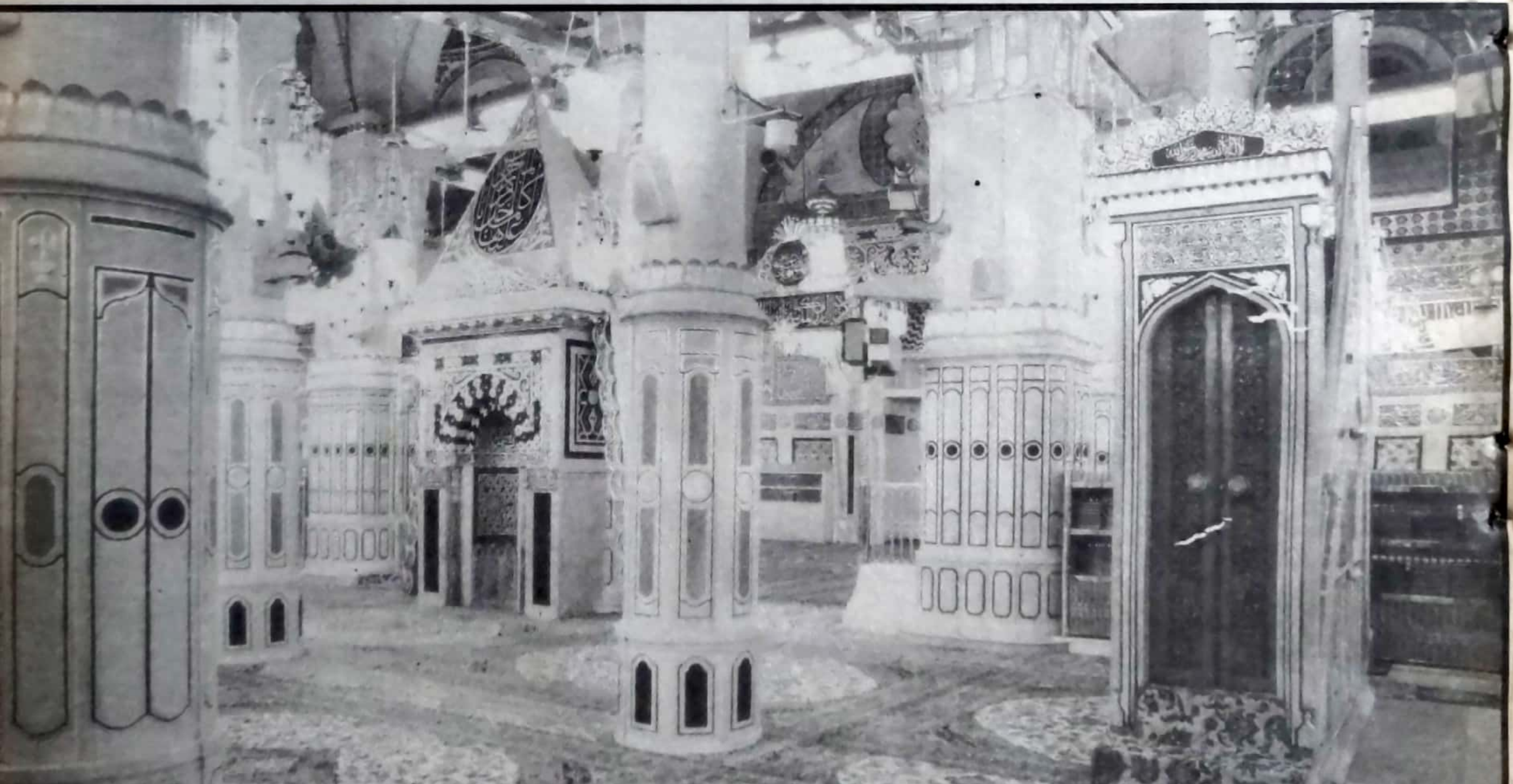

"کردیئے ۔ایسوں ہی کو فرماتا ہے۔"

عاملة ناصبة☆ تصلیٰ نارا حامیة☆

عمل کریں مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہوگا یہ کہ بھڑکتی آگ میں جائیں گے، والعیاذ باللہ تعالیٰ

مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم مدار ایمان و مدار نجات و مدار قبول اعمال ہوئی یا نہیں؟ کہو ہوئی اور ضرور ہوئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے،

قل ان کان اباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومسكن ترضونها احب اليكم من الله ورسوله وجهاد في سبيله فتربصوا حتى ياتي الله بامره والله لايهدي القوم الفسقين ☆

(سورہ التوبہ، آیت ۲۴)

"اے نبی! تم فرمادو کہ اے لوگو! تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیبیاں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہاری پسند کے مکان، ان میں کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار رکھو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب اتارے اور اللہ تعالیٰ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا"۔

مسلمانو! غور کرو

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس دنیا جہان میں معزز کوئی عزیز، کوئی مال، کوئی چیز اللہ و رسول سے زیادہ محبوب ہو وہ بارگاہ الٰہی سے مردود ہے اللہ اسے اپنی طرف راہ نہ دے گا اسے عذاب الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہیئے، والعیاذ باللہ تعالیٰ

تمہارے پیارے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین.

"تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں ﷺ

یہ حدیث بخاری وصحیح مسلم شریف میں انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس نے تو یہ بات صاف فرمادی کہ جو حضور اقدس ﷺ سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے، ہر گز مسلمان نہیں

مسلمانو! محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام جہان سے زیادہ محبوب رکھنا مدار ایمان و مدار نجات ہوا یا نہیں؟ کہو ہوا اور ضرور ہوا، یہاں تک تو سارے کلمہ گو خوشی خوشی قبول کرلیں گے کہ ہاں ہمارے دل میں رسول اللہ ﷺ کی عظیم عظمت ہے، ہاں ہاں ماں باپ، اولاد سارے جہان سے زیادہ ہمیں حضور کی محبت ہے بھائیو!

خدا ایسا ہی کرے مگر ذرا کان لگا کر اپنے رب کا ارشاد سنو:

ارشاد خداوندی ہے:

الم☆احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا امنا وهم لا يفتنون ☆(سورہ العنکبوت آیت ۱)

"کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنا کہہ لینے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔"

یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کر رہی ہے کہ دیکھو کلمہ گوئی اور زبانی ادعائے مسلمانی پر تمہارا چھٹکارا نہ ہوگا ہاں ہاں سنتے ہو! آزمائے جاؤ گے، آزمائش میں پورے نکلے تو مسلمان ٹھہرو گے، ہر شے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی و واقعی ہونے کو درکار ہیں، وہ اس میں ہیں یا نہیں، ابھی قرآن وحدیث ارشاد فرما چکے ہیں کہ ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم، تو اسکی آزمائش کا یہ صحیح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ، وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کریں، اصلاً تمہارے قلب میں انکی عظمت، ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے دوستی، الفت کا پاس کرو، نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خاطر میں لاؤ، کہ آخر جو کچھ تھا محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی غلامی کی بنا پر تھا، جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا؟ اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں کیا بہتیرے یہودی جبے نہیں پہنتے؟ عمامے نہیں باندھتے؟ اس کے نام وعلم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں؟ کیا بہتیرے پادری بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے؟ اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی (اس کی طرف سے وکالت کی) اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر برے سے بدتر برا نہ جانا یا اسے برا کہنے پر برا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پرواہی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو اللہ اب تم ہی انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے؟ قرآن وحدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئے۔

مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگو (گستاخ) کی وقعت کر سکے گا؟ اگر چہ اس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو کیا جسے محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کی گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت کریگا؟ اگر چہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو، للہ اپنے حال پر رحم کرو اور اپنے رب کی بات سنو، دیکھو وہ کیوں کر تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے۔ (ماخوذ از تمہید ایمان)

جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کریں، اصلاً تمہارے قلب میں انکی عظمت، ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے دوستی، الفت کا پاس کرو، نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خاطر میں لاؤ، کہ آخر جو کچھ تھا محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی غلامی کی بنا پر تھا،

نور حدیث

امام اہل سنت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ تعالیٰ قال من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئی احب الی ممماافترضت علیہ ومایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احبتہ فاذا احبتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا وان سالنی لا عطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ.

''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے بزدیک ہوتا ہے ان میں سے سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب اسے اپنا محبوب بنالیتا تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اسکے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بری چیز سے بچنا چاہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔''

بعض لوگ اس حدیث کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے اس کا محبوب بن جاتا ہے تو اس مقام محبوبیت کو پالینے کے بعد وہ اپنے کانوں سے کوئی ناجائز بات نہیں سنتا، اپنی آنکھوں سے خلاف حکم شرعی کوئی چیز نہیں دیکھتا، اپنے ہاتھ پاؤں سے خلاف شرع کوئی کام نہیں کرتا۔

یہ معنی بالکل غلط ہے اور حدیث شریف میں تحریف کرنے کے مترادف ہے کیوں کہ اس معنی سے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے نزدیکی حاصل کرنے والا بندہ محبوب ہونے کے بعد اپنے کسی عضو یا حصہ سے گناہ نہیں کرتا اور وہ اپنے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں سے جو کام کرتا ہے وہ سب جائز اور شرع کے مطابق ہوتے ہیں، لیکن اس معنی کو جب الفاظ حدیث پر پیش کیا جاتا ہے تو حدیث شریف کا کوئی لفظ اس کی تائید نہیں کرتا کیونکہ ایک معمولی سمجھ والا انسان بھی اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ گناہوں سے بچا اسنے معصیت سے پرہیز کیا، وہ خدا کی نافرمانی اور سرکشی کے قریب نہ پھٹکا بلکہ اسنے الہامی تعلیمات اور احکام کی پیروی کی، اپنی زندگی کو مرضیات الٰہی کے مطابق ڈھال لیا، تب جا کر اسے وہ مقام حاصل ہوا جس کا اس حدیث قدسی میں ذکر ہے، اگر گناہوں میں مبتلا ہونے کے باوجود بھی محبوبیت کا مقام حاصل ہوتا ہے تو تقویٰ اور پرہیزگاری کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ'' آپ فرمائیے (انہیں کہ) اگر تم محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ''

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی اتباع یعنی تقویٰ اور پرہیزگاری کے بغیر مقام محبوبیت خداوندی کا حصول ناممکن ہے، بندہ پہلے برے کاموں کو چھوڑتا ہے، ان سے توبہ کرتا ہے، فرائض ونوافل ادا کرتا ہے تب وہ محبوب ہوجاتا ہے، محبوب ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ اس بندے کے کان ہوجاتا ہے جس سے پھر وہ سنتا ہے، اللہ اسکی آنکھ ہوجاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے، اللہ اس کے ہاتھ ہوجاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے، اللہ اس کے پاؤں ہوجاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے یہ سب محبوب بننے کے بعد ہوتا ہے لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ برے کام بھی کرے اور محبوب بھی بن جائے اور بعد میں برے کام چھوڑے۔

تو بندہ جب اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفت سمع، بصر اور قدرت کے انوار بندے کی سمع، بصر اور قدرت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں اور اسطرح یہ مقرب بندہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی یہ بندہ اللہ تعالیٰ کے نور سمع سے سنتا ہے، اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے، نہ خدا بندے میں حلول کرتا ہے نہ بندہ خدا ہوجاتا ہے بلکہ خدا کا یہ مقرب بندہ مظہر خدا ہوکر کمال انسانیت کے اس مرتبہ پر فائز ہوتا ہے جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی تھی، اگر آپ غور فرمائیں گے تو آپ پر واضح ہوجائیگا کہ ایت کریمہ وما خلقت الجن والانس الالیعبدون کے معنی یہی ہیں جن کا مصداق یہ عبد مقرب ہے، عبادت کے معنی پامالی کے ہیں، عبد مقرب اپنی انانیت اور صفات بشریت کو اپنے رب کی بارگاہ میں پامال یعنی ریاضت ومجاہدہ کے ذریعے ان کو فنا کردیتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بندے میں

اس کی اپنی صفات عبدیت کی بجائے صفات حق متجلی ہوتی ہیں اور انوار صفات الہیہ سے وہ بندہ منور ہوجاتا ہے، جب قرآن سے ثابت ہے کہ درخت سے انی انا اللہ کی آواز آسکتی ہے تو عبد مقرب کے لئے یہ کیوں کر محال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سمع و بصر کا مظہر نہ ہوسکے۔

علامہ امام فخر الدین رازی اسی حدیث قدسی کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: وکذا العبد الزا واظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول اللہ کنت لہ سمعاً و بصراً فاذا صار نور جلال اللہ سمعاً لہ سمع القریب والبعید واذا صار ذلک النور یداً لہ قدر علی التصرف فی الصعب والسھل والبعید والقریب انتھی۔ ''اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کر لیتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہ سمعاً و بصراً فرمایا ہے جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہوجاتا ہی تو وہ دور و نزدیک کی آوازوں کو سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہوگیا تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اسکا ہاتھ ہوجائے تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہوجاتا ہے''

حدیث قدسی کی شرح میں امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے مقرب بندہ کی شان مین جو کچھ لکھا ہے وہ عبد اور بشر سمجھتے ہوئے لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس طرح ان صفات عالیہ کا اس بندہ کے لئے ماننا اس کی عبدیت اور بشریت کے منافی نہیں۔

یہ انسانیت کا کمال ہے کہ بندہ صفات خداوندی کا مظہر ہوجائے جب اللہ تعالیٰ کی صفت سمع کی تجلیاں اس کی سمع میں چمکنے لگیں گی تو یہ ہر قریب و بعید کی آواز کو سن لے گا، یہ اس کی ذاتی صفت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ظل ہے، عکس ہے، پرتو ہے، پرتو اور ظل غیر مستقل ہوتا ہے، پرتو والا مستقل ہوتا ہے پس اصل توحید تو یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل کرے کہ خدا کی صفات کا آئینہ بن جائے۔

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بصر کا نور جب اس کی بصر کے صیقل شدہ آئینے میں چمکے گا تو وہ ہر چیز نزدیک اور دور کی چیز کو دیکھ لے گا، جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نور کے جلوے اس کے ہاتھ پاؤں، دل اور دماغ میں ظاہر ہوں گے تو یہ ہر آسان، ہر مشکل اور ہر دور و نزدیک کی چیز پر قادر ہوجائیگا، اب بتائیے کہ جب مشکل بندے کی قدرت میں ہوگئی تو مشکل کشا نہیں تو اور کیا ہی؟ مگر خوب یاد رکھئے کہ خدا کا مشکل کشا ہونا ذاتی ہے اور بندے کا مشکل کشا ہونا عطائی ہے، کیونکہ بندہ اگر کسی کی کوئی مشکل حل کرتا ہے یا حاجت پوری کرتا ہے تو اللہ کی دی ہوئی طاقت و اختیار سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہے۔

پس واضح ہوگیا کہ ہمارا یہ عقیدہ شرک کی تمام جڑوں کا کاٹنے والا ہے، اب بتائیے کہ عین توحید کو لوگ شرک کہتے ہیں واسلام پھر کیا ہوگا؟

پس یہ ادراک، علم، سمع اور بصر جو مقربین بارگاہ الٰہی میں پائے جاتے ہیں اور جن میں دلیل موجود ہے ان میں آسان سے آسان کام پر بھی اولیاء اللہ کی قدرت ثابت ہوگئی اور مشکل و بعید چیزوں پر بھی ان کی قدرت ثابت ہوگئی اور یہ دلیل قائم ہوگئی کہ یہ نفع پہنچانے والے ہیں اور بارگاہ رب العالمین میں دعائیں کرکے رب کو راضی کرنے کی صلاحیتیں رکھنے والے ہین، ان مین مشکل کشائی کی قدرتیں بھی ہیں، دور سے دیکھنے کی قدرتیں بھی ہیں اور بعید کی آواز کو بھی سن سکتے ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ مشرکین عرب جن بتوں کی پوجا کرتے تھے انہیں بھی خدا کی مخلوق مانتے تھے .ولئن سالتھم من خلقھم لیقولن اللہ فانی یؤفکون (سورہ زخرف، ۸۷) اور اگر اے حبیب! تم ان سے پوچھو کہ انہیں کسنے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر وہ کہاں اوندھے بہکے جاتے ہیں۔

گویا وہ بتوں کو خدا کی مخلوق جان کر اور مان کر پوجتے تھے، اس کے باوجود مشرک تھے، مزید یہ کہ سورہ الزمر کی آیت نمبر ۳ میں ہے: ''والذین اتخذوا من دونہ اولیاء مانعبدھم الا الیقربونا الی اللہ زلفی'' اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے سوا شریک بنا رکھی ہے کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر صرف اسلئے کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں، گویا مشرکین بتوں کو خالق سمجھنے کی بجائے خدا کی مخلوق سمجھتے تھے اور انہیں بارگاہ الوہیت میں قربت اور باریابی کا ذریعہ گردانتے تھے اور یہی عقیدہ اہل سنت اولیاء اور اللہ کے محبوب بندوں کے بارے میں رکھتے ہیں، جب عقیدہ ایک ہی ہوا تو کیا وجہ ہے کہ وہ لوگ تو مشرک کہلائے جبکہ ہم مومن اور موحد ہونے کے دعوے دار ہیں۔

مشرکین کا اعتقاد

اس کے جواب میں عرض ہے کہ بے شک مشرکین نے بتوں کو خدا کی مخلوق مانا، لیکن مخلوق ماننے کے بعد انہیں درجۂ الوہیت پر فائز مانا اور یہ یقین کیا کہ اگرچہ یہ بت مخلوق ہیں لیکن اب انہیں الوہیت مل چکی ہے، یہ اللہ کے حکم کے تابع اور فرمان کے پابند نہیں رہے اب خدا کا حکم ہو یا نہ ہو یہ اپنی مرضی سے سب کچھ کرسکتے ہیں اب یہ خدا کے محتاج نہیں رہے اور خود مستقلاً خدا ہیں اسی لئے وہ ان کی پرستش اور پوجا کرتے تھے، حالانکہ انہیں ماننا چاہئے تھا کہ مخلوق بہر حال اور بہر صورت اپنے خالق کی محتاج رہے گی جس طرح اس کا وجود خالق کی مرضی اور اختیار کے تابع ہوگی، لیکن انہوں نے بتوں کو خدا مان لیا اور ان کی عبادت شروع کردی جبکہ یہ بات سب سے پہلے سمجھنا ضروری ہے کہ خدا سب کچھ عطا فرماسکتا ہی لیکن الوہیت ایسی چیز نہیں جو دی جاسکی، کیونکہ الوہیت مستقل ہے اور عطا کی گئی چیز ظاہر ہے کہ مستقل نہیں ہوسکتی، مشرکین نے یہ تصور کیا کہ لات و منات وغیرہ ایسے زاہد اور ایسے عابد تھے کہ خداوند کریم نے ان کے زاہد و تقوی 'اور عبادت و ریاضت کے باعث انہیں ہر پابندی اور ہر حکم سے مستثنیٰ کردیا، فرائض و واجبات کی ادائیگی سے وہ آزاد قرار پائے اور انہیں الوہیت عطا کردی گئی۔

جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو وصف الوہیت عطا فرمادیا ہے وہ مشرک اور ملحد ہے، مشرک اور مومن کے درمیان بنیادی فرق یہی ہے کہ مشرک غیر اللہ کے لئے عطائے الوہیت کا قائل ہے جبکہ مومن کسی مقرب سے مقرب بندے کے لئے حتیٰ کہ حضور سید المرسلین ﷺ کے لئے بھی الوہیت اور غنائے ذاتی کا قائل نہیں ہوسکتا۔

ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ (پ۳) ''کون ہے جو شفاعت کرے بغیر اذن خداوندی کے۔'' پتہ چلا کہ بغیر اذن کے، شفاعت کا اعتقاد شرک ہے اور اذن کے ساتھ عین توحید ہے، پس جب یہ عقیدہ آیا کہ فلاں شخص اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی حاجت پوری کرسکتا ہے تو شرک ہے اور جب اذن الٰہی کا عقیدہ آیا تو شرک ختم۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب قوم کے سامنے تعلیم رسالت پیش کی تو ان سے کہا: وابری الأکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ (۳: آل عمران ۹) ''اور اچھا کرتا ہوں اندھے اور اور کوڑھی کو اور مردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔'' اب دیکھئے شفا دینا اور مردے کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اس لحاظ سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کاموں کا دعویٰ کیا لیکن آپ آگے فرماتے ہیں: باذن اللہ یعنی میں جو کچھ کرتا ہوں اللہ کے اذن سے کرتا ہوں پس جہاں اذن الٰہی آجائے تو شرک چلا جاتا ہے اور جہاں اذن گیا توحید بھی گئی، یہی اذن الٰہی ہونا اور نہ ہونا توحید اور شرک کا بنیادی نکتہ ہے۔

عشق رسول ﷺ سے مزین دیوانوں کی روح پرور داستان

صحابہ کرام نے اپنی زندگیاں سرکار علیہ صلوٰۃ وسلام کی محبت میں قربان کرتے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے زندہ جاوید کرلیا

دعوت اسلام تحقیقاتی سیل کی خوبصورت تحریر

انّا ارسلنک شاھداوّ مبشراوّنذیرا لتنومنوا باللہ ورسولہ وتعزّروہ وتوقّروہ (الفتح: ۸۔۹)

ترجمہ: ''ہم نے آپ کو گواہی دینے والا بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کر کے بھیجا تا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو''۔

اس سے قبل عرض کیا جاچکا ہے کہ حضور ﷺ اصل الاصول ہیں تو سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی ایسا مستحق نہیں جو حضور ﷺ سے زائد تعظیم کا استحقاق رکھتا ہو۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ ان کی بعثت کی غرض ہی یہ ہو کہ ان کی تعظیم توقیر کی جائے کہ لام کے تحت میں جہاں یہ بتلایا ہے کہ اس ذات کو اس لئے مبعوث کیا ہے کہ اللہ اور رسول پر ایمان لایا جائے وہاں یہ بھی بتلایا ہے کہ یہ بھی غرض ہے کہ ان کی تعظیم وتوقیر کی جائے۔ سلمان صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کا ربّ فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو آپ کو اپنا حبیب بنایا:

وما خلقت خلاق اکرم علیّ ولقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی دلولاک ماخلقت الدنیا

یعنی میں نے کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو میرے نزدیک آپ سے بہتر ہو اور یقین جانئے کہ میں نے دنیا اور اس کے لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا کہ ان کو آپ کی بزرگی اور مرتبہ معلوم کراؤں جو آپ کا میرے نزدیک ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔ (مواہب لدنیہ)

اور اسی ضمن میں صاحب روح البیان نے آپ کے علم پر کچھ روشنی ڈالی تھی کہ چونکہ آپ سب سے پہلے پیدا ہوئے اور آپ کے بعد تمام مخلوق پیدا کی گئی تو مخلوق میں سے ایسی کوئی شے باقی نہ رہی جو آپ کے علم میں نہ آئی ہو۔

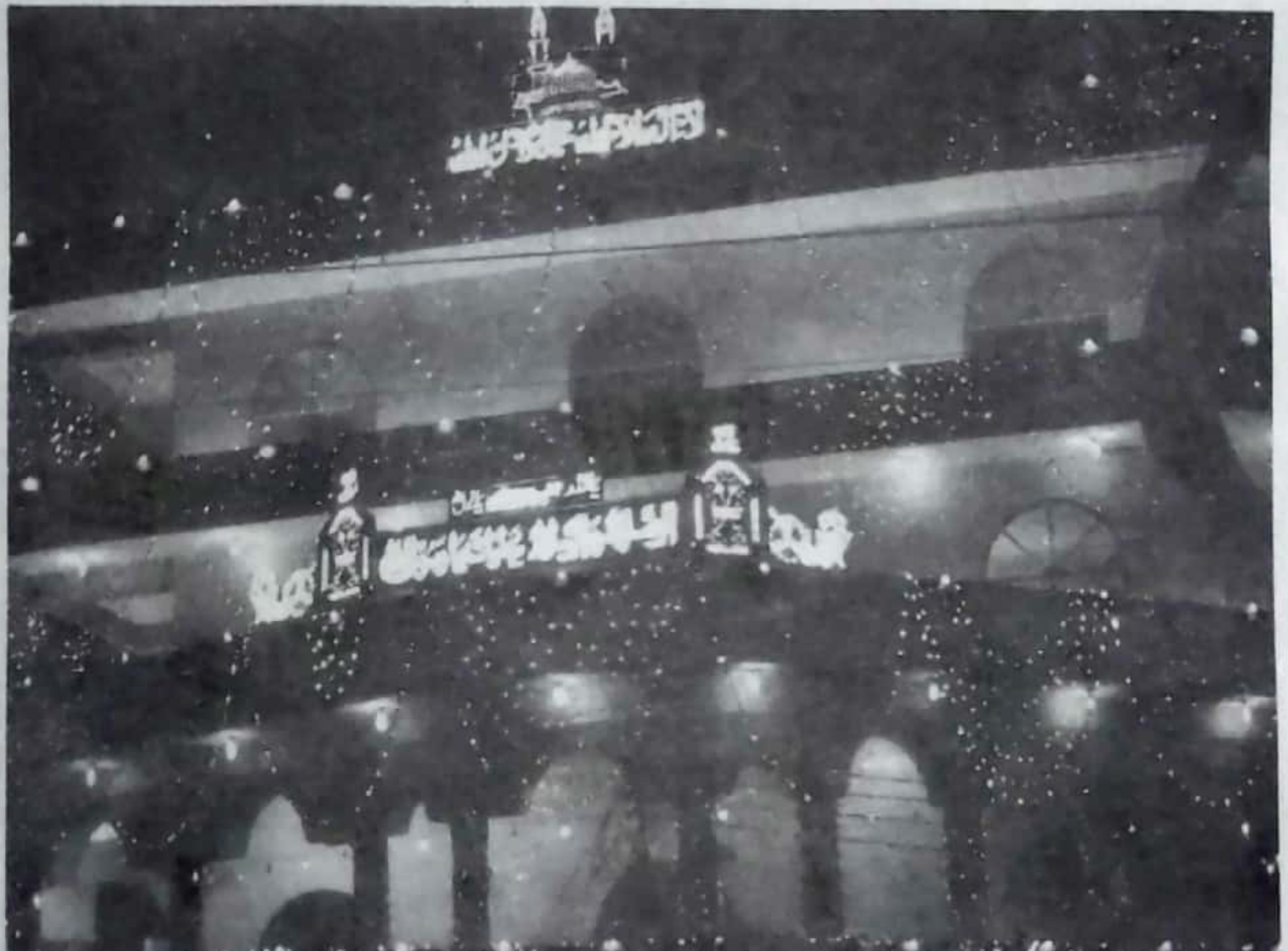

یہ معنی ہماری سمجھ میں آنا بہت دشوار ہیں۔ اس کو تو وہی اہل باطن خوب سمجھ سکتے ہیں جن کی چشم بصیرت روشن ہے۔ چنانچہ ابریز شریف میں صاحب کتاب اپنے شیخ سے نقل فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے:

روحی امتیاز میں سب سے زیادہ قوی ہمارے نبی پاک ﷺ کی ہے کہ اس روح پاک سے عالم کی کوئی شے پردہ میں نہیں۔ یہ روح پاک عرش اور عالم کی بلندی و پستی پر اور دنیا وآخرت اور جنت ودوزخ سب پر مطلع ہے۔ لان ذالک خلق لاجلہ اسلئے کہ یہ سب اسی ذات مجمع الکمالات کے لئے ہی تو پیدا کی گئی ہے۔ آپ کی تمیز ان جملہ عالموں کی خارق ہی۔ آپ کو اجرام سمٰوٰت کی تمیز ہے کہ کہاں سے پیدا کئے گئے، کیوں پیدا کئے گئے اور آخر کیا ہو جائیں گے۔ آپ کو ہر ہر اسمان کی فرشتوں کی تمیز ہے اور اسکی بھی کہ وہ کہاں سے اور کب سے پیدا کئے گئے ہیں اور کہاں جائیں گے اور انکے اختلاف مراتب اور انتہائے درجات کی بھی تمیز ہے اور ستر پردوں اور ہر پردے کے فرشتوں کی بھی تمیز ہے عالم علوی، اجرام نیرہ، ستاروں، سورج، چاند، لوح وقلم، برزخ اور اس کی ارواح کا بھی ہر طرح امتیاز ہی اسی طرح ساتوں زمینوں اور ہر زمین کی مخلوقات خشکی اور تری جملہ موجودات کا بھی ہر ہر حال معلوم ہے۔ اسی طرح م جنتیں اور ان کے درجات اور ان کے رہنے والوں کی گنتی اور مقامات سب ہی تو معلوم ہیں اسی طرح تمام جہانوں کا علم ہے۔'' پھر بعض شبہات کا ازالہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

ولیس فی ھذا مزاحمۃللعلم القدیمالازلی الذی لانھایۃ المعلومات وذلک لان مافی العلم القدیم لایخصر فی ھذہ العومالم فان اسرار الربوبیّۃواوصاف الالوھیّۃ التی لا نھایۃلھالیست من ھذالعالم فی شیء.

یعنی'' (یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حضور ﷺ کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر کردیا...... اسلئے کہ) اسعلم کو ذات باری

تعالیٰ کے علم قدیم ازلی سے جس کی معلومات بے انتہا ہیں کوئی مزاحمت نہیں کہ علم قدیم کی معلجمات صرف اسی عالم میں منحصر نہیں اس لئے کہ اسرار ربوبیت اور اوصاف الوہیت جن کی کوئی انتہا ہی نہیں وہ اس عالم سے ہیں ہی نہیں۔''

یہ ہیں قطب الواصلین غوث العارفین حضرت عبد العزیز دباغ قدس سیدہ کے کلمات طیّبات جن کی ولایت کا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کے علماء میں سے ہر عالم کو اعتراف ہے اور اولیائے کرام کی گردنیں ان کے سامنے جھکی ہوئی ہیں۔ یہ بزرگ اس حدیث کا تو بیان فرما رہے ہیں جس میں ارشاد فرمایا کہ:

علمت ماکان وما سیکون.

یعنی جو ہو چکا، جو ہونے والا ہے، سب ہی کا مجھے علم دیا گیا ہے۔

میرا مقصود حضور ﷺ کے متعلق کچھ زیادہ بیان کرنا نہیں۔ صاحب روح البیان نے آیہ کریمہ انا ارسلنک الخ کی تفسیر کے ضمن میں کچھ اس پر روشنی ڈالی تھی۔ اسی سلسلے میں دو ایک شواہد میں نے بھی بیان کردیئے۔ اصل مقصود تو میرا یہ ہے کہ میں یہ بتلاؤں کہ جب سرکار دوعالم ﷺ کی تشریف آوری اس لئے ہوئی تھی کہ موجودات عالم ان کی عزّت وتوقیر کرے تو پھر ان کی عزت وتوقیر کیا کی گئی؟ لیکن یاد رکھئے کہ جب تک کسی کی عظمت کا علم نہ ہو اس کی عزّت وتوقیر نہیں کی جاسکتی تو انسان اور جنّات کو تو قوت مدرکہ دے کر اس کا امتحان مقصود ہے کہ اس وقت سے ان کی عظمت کا علم حاصل کر کے ان کی عظمت وتوقیر کی جائے تو ان میں سے جن کو اس کا علم حاصل ہو گیا انہوں نے تو قدر ومنزلت آپ کی اور باوجود اس کے اگر ان سے کچھ حضور ﷺ کی عظمت میں لغزش واقع ہوئی تو ان کے مولیٰ کی طرف سے اس پر تنبیہہ فرمادی جاتی کہ دیکھو جس غرض سے ہم نے تم کو اپنا حبیب عطا کیا ہے اس کی پوری رعایت رکھو اور اسپر زجر وتوبیخ بھی نازل کی جاتی جس سے سب متنبہ اور ہوشیار ہوجاتے۔ چنانچہ کسی صحابی نے حضرت ﷺ کے روبرو کچھ بلند آواز سے بات کہی تو غیرت الٰہی نے جوش کیا اور یہ عتاب نازل ہوا۔

یا ایھا الّذین امنو الاترفعوا اصرواتکم فوق صوت النّبیّ ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون (الحجرات: ۲)

یعنی اے ایمان والو! نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو اور بات کرو تو اس طرح آواز سے بات نہ کرو جس طرح آپس میں بات کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال ملیا میٹ نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔''

جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے توقسم کھالی کہ اب میں حضرت ﷺ سے ایسی آہستہ بات کروں گا جیسے کوئی چپکے سے راز کی بات کرتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اس قدر آہستہ بات کرنے لگے کہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ثابت بن قیس کی یہ حالت ہوئی کہ راستہ ہی میں بیٹھ گئے اور زار وزار رونے لگے کہ ہائے میرے سب اعمال اکارت گئے۔ اس حالت میں کہیں عاصم بن عدی کا ادھر سے گزر ہوا۔ پوچھا ''کیوں روتے ہو''؟ کہا، ''مجھے یہ خوف گزرا ہے کہ یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ میری ہی آواز بلند ہے۔''

عاصم نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ''ان کو میرے پاس لاؤ''۔ جب وہ حاضر ہوئے تو شفقت کے انداز میں فرمایا، ''کیوں ثابت تمھیں کس چیز نے رلایا؟'' عرض کیا ''حضور میری؟ آواز بلند ہے میں ڈر رہا ہوں کہ یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے۔'' ارشاد فرمایا، ''نہیں، کیا تم اس بات سے راضی نہیں عیش وزندگی تمہاری پسندیدہ ہو اور جب قتل کئے جاؤ تو اچھی حالت کے ساتھ جنّت میں داخل ہو۔'' عرض کیا، ''حضور ﷺ میں اس سے راضی ہوں۔ اب کبھی میں حضور ﷺ کی آواز پر، آواز بلند نہ کروں گا۔''

غور کرنے کا مقام ہے کہ صرف اتنی بات پر کہ حضور ﷺ کے سامنے آواز بلند ہوجائے اس کی یہ سزا ٹھہرائی گئی کہ صحابہ کی تمام عمر کی جانفشنیاں ضبط اور اکارت ہوجائیں اور وہ بھی ایسے اعمال ملیہ میٹ دیئے جائیں جن میں سے کسی ایک عمل کے برابر ہماری ساری عمر کے اعمال نہیں ہوسکتے۔ تو قیاس کیجئے کہ اس سے اونچی بے ادبیوں کی کیا سزا ہوگی۔ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی خود تو یہ درخواست تھی نہیں، پھر کیا بات تھی کہ اتنی سی بات پر ایسی سخت وعید؟ معلوم ہوا کہ غیرت الٰہی اس کی متقضی تھی کہ میرے حبیب کی شان کسی قسم سے کم ہونے نہ پائے اور صحابہ بھی ہمیشہ خائف، ترساں اور لرزان رہے کہ کہیں ایسی حرکت صادر نہ ہوجائے جس سے غیرت الٰہی جوش میں آجائے، پھر جب حضور ﷺ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوگئے تو کیا ان کی محبوبیت میں فرق آگیا؟ اور غیرت کبریائی میں معاذاللہ کچھ تغیر واقع ہوگیا؟ وہ کون مسلمان ہے جو صفات الٰہیہ میں کسی قسم کے تغیر کی گنجائش روا رکھتا ہو؟ ہماری نظر سے وہ روپوش ہیں' ان کی نظر سے تو ہم روپوش نہیں؟ پس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ آیت مذکورہ ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون کو پیش نظر رکھے اور حضور ﷺ کے ساتھ ظاہر وباطن میں ویسا ہی مودب رہے جیسے صحابہ کا حال رہا۔ یہ نہ خیال کرے کہ حضور ﷺ کے روبرو ادب کی ضرورت تھی، اب نہیں۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور کا ادب اب بھی فرض ہے اور آپ کی بے ادبی کفر۔ کہ غیرت الٰہی اس بات کو ہرگز گوارہ نہیں کرتی کہ ان کو ان کا نام لے کر بھی پکارا جائے۔ چنانچہ

لاتجعلو دعاء الرّسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً (النّور: ۶۳)

یعنی ''مسلمانو! رسول کا پکارنا اپنے درمیان ایسا نہ ٹھہرالو جیسے آپس میں تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یعنی کدعاء احدکم اخاہ باسمہ ولکن وقروہ وعظمرہ وقولولہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ.

فرماتے ہیں کہ آیۂ کریمہ کا یہ مطلب ہے کہ حضور ﷺ کا پکارنا ایسا نہ ٹھہراؤ جیسے تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو اس کا نام لے کر پکارتا ہے ولیکن ان کی توقیر وتعظیم کرو اور یوں پکارو یارسول اللہ! یا نبی اللہ!''

طرفہ یہ کہ خودحق تعالیٰ نے بھی تمام قرآن شریف میں حضور ﷺ کو نام کیساتھ کہیں خطاب نہ فرمایا بلکہ جب خطاب کیا تو یا ایّھا النّبی! یاایّھا الرّسول! یٰس! یاایّھا المزمّل! یاایّھا المدثّر! کے ساتھ کہ جو یا تو صفات کمالیہ کو متضمن ہیں یا انداز محبوبانہ۔ برخلاف دوسری انبیاء کے کہ باوجود ان کی جلالت شان کے نام ہی کے ساتھ خطاب کیا جیسا کہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے پر ظاہر ہے۔

یا آدم است باپدر انبیا خطاب
یا ایّھا النّبی خطاب محمد است

یہاں سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف میں گویا ایک قسم کا التزام نعت نبوی کا کیا گیا ہے اس کو میں کچھ وضاحت کے

ساتھ بیان کرتا لیکن چونکہ یہ ایک علمی بحث ہے عوام کو فائدہ نہ دے گی اس لئے اس کے لئے معذور ہوں۔ لیکن اس قدر ضرور عرض کروں گا کہ بجائے علم یعنی بجائے نام کے، خاص اوصاف ہی کے ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں ندا مقصود ہے وہاں نعت بھی ایک مقصود اصلی ہے

باوصفاش رسیدن کے تواند انبیاء اورا
کہ تانعتش نمی گوید نمی خواند خدا اورا

یہاں مجھے صرف یہی بتلانا تھا کہ انسان کو چونکہ قوت مدرکہ عطا فرمادی گئی ہے اسلئے ان کا امتحان لیا گیا ہے کہ دیکھیں انسان اس قوت سے کام لے کر کیوں کر میرے محبوب کی عظمت کو قلب میں جگہ دیتے ہیں۔

اب رہے مخلوق میں وہ افراد جن کو قوت مدرکہ عطا نہیں کی گئی تو ان کے قلوب میں تو بلا واسطہ حضور ﷺ کی پہچان اور عظم اطاعت پیوست کردی گئی ہے۔ ایسے افراد عالم علوی کے ہوں، خواہ عالم سفلی کے، سب میں یہ مادہ موجود ہے۔ چناں چہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کو اونٹ نے سجدہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا، ''حضور ﷺ جانور بھی آپ کو جانتے ہیں''؟ ارشاد فرمایا، سوائے کافر انسان و جنات کے سب مجھے جانتے اور پہچانتے ہیں''۔ عالم علوی کے بڑے افراد چاند و سورج شمار کئے جاتے ہیں جن کا یہ حال ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا ایک مرتبہ حضور ﷺ سے عرض کرتے ہیں کہ ''میرے اسلام لانے کا باعث آپ کی نبوّت کی ایک علامت ہوئی اور وہ یہ کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ جھولے میں چاند کی طرف جدھر اشارہ کرتے ہیں اسی طرف وہ جھک جاتا تھا۔'' آپ نے فرمایا کہ ''میں اس سے باتیں کیا کرتا تھا۔ اسی طرح وہ مجھے رونے سے باز رکھتا تھا اور جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا تو میں اس کے گرنے کی آواز سنتا تھا''

یہ تو تھا آپ کے بچپن کا حال اور جوانی کے زمانے کا حال تو خود قرآن کریم بیان فرماتا ہے کہ

اقترب السّاعة وانشقّ القمر (القمر: ۱)

یعنی نزدیک ہوئی قیامت اور پھٹ گیا قمر۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا ایک مرتبہ حضور ﷺ سے عرض کرتے ہیں کہ ''میرے اسلام لانے کا باعث آپ کی نبوّت کی ایک علامت ہوئی اور وہ یہ کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ جھولے میں چاند کی طرف جدھر اشارہ کرتے ہیں اسی طرف وہ جھک جاتا تھا۔'' آپ نے فرمایا کہ ''میں اس سے باتیں کیا کرتا تھا۔ اسی طرح وہ مجھے رونے سے باز رکھتا تھا اور جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا تو میں اس کے گرنے کی آواز سنتا تھا''

جس کا واقعہ حدیثوں میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ قبل ہجرت کے مکہ معظمہ میں ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل وغیرہ کفار قریش نے جمع ہو کر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ''اگر تم سچے ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کردو۔'' فرمایا ''اگر میں ایسا کردوں تو تم ایمان لاؤ گے''؟ انہوں نے کہا کہ ''ہم ایمان لے آئیں گے۔'' آپ نے چاند کی طرف اشارہ فرمایا، چاند دو ٹکڑے ہوگیا اور دونوں ٹکڑے اتنے فرق سے ہوگئے کہ جبل حرا ان دونوں کے درمیان نظر آنے لگا۔ حضور ﷺ نے پکار کر فرمایا کہ ''اوفلانے فلانے دیکھو اور گواہ رہو۔'' لیکن جس کی قسمت میں جہنم ہی لکھی ہو وہ کیا ایمان لاسکتا تھا۔ کہنے لگے کہ ''یہ تو سحر ہے۔'' ابوجہل نے کہا ''اگر یہ سحر ہے تو تم ہی پر تو ہوگا، سارے زمین والوں پر تو نہیں ہوسکتا۔'' دوسرے شہر والوں سے پوچھا تو انہوں نے بھی بیان کیا کہ ہم نے بھی چاند کا شق ہونا دیکھا۔

اب آفتاب کی حکم براوری ملاحظہ فرمائیں۔ موضع صہبا میں حضور ﷺ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کے زانو مبارک پر سر رکھ کر سوگئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی جس کی وجہ سے سخت بے چین تھے۔ لیکن یہ بھی ناگوار تھا کہ حضور ﷺ کے آرام میں خلل آئے، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ جب مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے چہرے پر پریشانی کے آثار ملاحظہ فرمائے تو دریافت فرمایا کہ ''تم نے نماز عصر پڑھ لی؟'' عرض کیا ''نہیں''۔ حضور ﷺ نے آفتاب کی طرف اشارہ کیا۔ اسماء بیان کرتی ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ آفتاب لوٹ آیا، یہاں تک کہ دھوپ پہاڑوں اور زمین پر پڑی۔ مولینا احمد رضا خاں صاحب نے اسی واقعہ کی طرف اپنے برض اشعار کیس اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس پر دے چکے
اور حفظ جاں تو جاں فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان، انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

ان اشعار میں ایک معجزہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کو لے کر غار ثور میں گئے تو دیکھا کہ جا بجا اس میں سوراخ ہیں اس خیال سے کہ کوئی جانور حضور ﷺ کو تکلیف نہ دے، اپنے کپڑے پھاڑ کر سوراخوں کو بند کردیا۔ ایک سوراخ باقی رہا تو اس میں اپنے پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا اور حضور ﷺ کو اندر بلالیا۔ حضور ﷺ نے آپ کے زانو پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا۔ اس غار میں ایک سانپ مشتاق زیارت رہتا تھا، اس نے اپنا سر صدّیق اکبر کے انگوٹھے پر ملا مگر یہ جاں نثار کب اس کی سنتے تھے، اس خیال سے کہ جان جائے لیکن محبوب کے آرام میں خلل نہ آئے، پیر نہ اٹھایا، مجبوراً اس نے پاؤں میں کاٹ لیا۔ حضور ﷺ جب بیدار ہوئے تو یہ واقعہ معلوم کر کے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر لعاب دہن لگادیا، فوراً سکون آگیا۔ لیکن ہر سال وہ زہر عود کرتا، آخر اسی سے شہادت پائی۔

عمرو بن العاص کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ میں بوقت ولادت حضور ﷺ حاضر تھی تو جب آپ پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ سارا گھر نور سے بھر گیا اور ستارے اس قدر قریب ہوگئے تھے اور لٹک آئے تھے کہ میں نے گمان کیا کہ اب یہ زمین پر گر پڑیں گے۔

اب ذرا آسمان سے نیچے کا سماں ملاحظہ کیجئے۔ ایک مرتبہ آپ جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ ''یارسول اللہ ﷺ! مال ہلاک ہوا جارہا ہے اور ہماری عیال بھوکوں مر رہی ہے، مینہ طلب فرمائیں۔'' آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ اس وقت ابر کے کسی ٹکڑے کا بھی نشان نہ تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ ابھی آپ ہاتھ رکھنے نہ پائے

تھے کہ بادل ہر طرف پہاڑوں کی مانند گھر آئے اور آپ ابھی منبر سے اترنے نہ پائے تھے کہ ریش مبارک سے بارش کے قطرات گرنے لگے۔ سو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک برابر بارش ہوتی رہی۔ دوسرے جمعہ کو پھر کسی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ ''حضورﷺ مکان گر رہے ہیں، مال ڈوبا جا رہا ہے۔'' آپ نے پھر دونوں دست مبارک اٹھائے اور فرمایا کہ ''ہمارے گرد برسے نہ ہم پر۔'' اب جدھر آپ نے اشارہ فرمایا ادھر ہی سے ابر کھل گیا۔ یہاں تک کہ مدینہ پر تو پانی بالکل موقوف ہوگیا اور اطراف میں برستا رہا۔ اطراف سے جو لوگ آتے تھے مینہ کی کثرت بیان کرتے تھے۔ اس معجزے میں پانی اور ہوا دونوں کی اطاعت ظاہر ہے۔

اب اور نیچے آیئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، فرماتے ہیں کہ میں حضورﷺ کے ساتھ تھا۔ حضورﷺ اطراف مکہ کی طرف نکلے، سو میں نے دیکھا کہ جو درخت یا پہاڑ سامنے آتا تھا وہ کہتا تھا ''السلام علیک یا رسول اللہ''۔

ایک مرتبہ حضورﷺ جبل احد پر تشریف فرما ہوئے اور آپ کے ساتھ ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے تو حضورﷺ کے جاہ و جلال کی برداشت نہ لا کر پہاڑ تھر تھرانے لگا۔ آپ نے پائے مبارک مارا اور فرمایا کہ ''او احد ٹھہر تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ اس معجزے میں جہاں پہاڑ کی اطاعت پر روشنی پڑتی ہے وہاں غیب کی خبر پر بھی کہ عثمان و عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ بھی بتلا دیا کہ یہ دونوں شہید ہونے والے ہیں۔

اب اور نیچے آیئے جب مکہ معظمہ سے حضورﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو سراقہ بن مالک نے آپ کا پیچھا کیا اور سراغ لگاتا ہوا آپ کے قریب پہنچ گیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''ہمیں ایک شخص نے آلیا۔'' فرمایا:

لاتحزن ان اللہ معنا (التوبہ: ۴۰)

''تم غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔''

پھر آپ نے زمین کو حکم دیا کہ:

یا ارض خذیہ

''او زمین اس کو پکڑ ے''

اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ چلایا کہ ''مجھے نجات دیجئے، میں تمہارے طلب کرنے والوں کو بھی پھیر دوں گا،'' اور اس پر اسے قسم کھائی۔ حضورﷺ نے دعا کی اور اس نے نجات پائی۔ اس معجزے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کے مقابل آپ دیکھیں گے تو دیکھیں گے کہ اس معجزے میں رحمت کا پورا منظر نظر آئے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قارون کمال زاری دعا جزی کرتا رہا لیکن انہوں نے کچھ رحم نہ کیا۔ اسی جہت سے وحی نازل ہوئی کہ ''موسیٰ (علیہ السلام) تم سے قارون نے کس قدر زاری اور عاجزی کی مگر تم اس کے دہانے پر ہی جمے رہے۔ میری جناب میں اگر ایک مرتبہ بھی عرض کرتا تو میں اس کو نجات دے دیتا۔'' اب حضورﷺ کے اس معجزے پر نظر ڈالیں کہ سراقہ نے ادھر عاجزی کی اور ادھر رحمت جوش میں آئی اور اس کو اس عذاب سے نجات دے دی بلکہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ تین مرتبہ ایسا ہی واقعہ ہوا کہ جب اس نے زاری کی، نجات دے دی اور جب اس نے کچھ شرارت کرنی چاہی، دھنسا دیا۔ کیا آپ کو کوئی ایسا کریم نظر آتا ہے کہ بار بار خطائیں کرنے پر چھوڑ تا رہے۔

اب آیئے دیکھئے پانی پر کس کی حکومت تھی۔ حضورﷺ نے تو بکثرت دریا بہائے ہیں۔ کھاری کنوؤں کو میٹھا بھی کیا ہے۔ یہاں یہ بتلا دوں کہ حضورﷺ نے اس حکومت کا کچھ حصہ اپنے غلاموں کو بھی عطا فرمایا ہے یا نہیں؟ مصر جب فتح ہوا تو لوگوں نے وہاں کے حاکم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا ''دریائے نیل کی یہ عادت ہے کہ جب تک ہر مہینہ ہم ایک کنواری (لڑکی) کا بھینٹ نہیں چڑھاتے، یہ جاری نہیں ہوتا۔'' آپ نے فرمایا کہ ''اب اسلام میں یہ بات نہیں ہوسکتی۔'' چنانچہ جب ایسا نہ کیا گیا تو وہ تین ماہ تک جاری نہ ہوا۔ لوگ جب تنگ ہوئے اور شہر چھوڑنے پر آمادہ ہوئے تو عمرو بن عاص نے خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرت نے ان کو ایک رقعہ لکھ کر بھیجا کہ ''اسے دریائے نیل میں ڈال دو۔'' اس میں تحریر فرمایا تھا:

''عمر کی طرف سے۔ دریائے نیل! اگر تو اپنے آپ جاری ہوتا ہے تو جاری نہ ہو اور اگر واحد قہار کے جاری ہوتا ہے تو ہماری اس ہی سے شکایت ہے کہ وہ تجھے جاری کردے۔''

چنانچہ جس رات عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وہ رقعہ ڈالا، اسی رات وہ جاری ہوگیا۔

اب نظر کیجئے شجر اور پتھروں کی جانب۔ ایک جہاد کے سفر میں آپﷺ کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''دیکھو کہیں درخت یا پتھر ہیں۔'' انہوں نے عرض کیا۔ ''ہاں۔'' فرمایا ''جا کر ان سے کہو کہ رسول اللہ تمہیں حکم کرتے ہیں کہ اکٹھے ہو جاؤ۔'' سو وہ کہتے ہیں کہ ''جب میں نے جا کر کہا تو خدا کی قسم! یک دم درخت قریب ہو کر ایک جگہ مل گئے اور پتھر بھی مل کر مثل دیوار ہوگئے۔'' حضورﷺ نے اس کے پیچھے بیٹھ کر قضائے حاجت کی۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا ''ان سے کہہ دو کہ اب یہ حکم ہے کہ علیحدہ ہو جاؤ۔'' وہ کہتے ہیں کہ ''خدا کی قسم میرا یہ کہنا تھا کہ وہ علیحدہ ہو کر اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔''

اب آگ کی طرف توجہ کیجئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مکان پر ایک مرتبہ مہمان آئے، خادمہ جب دستر خوان لائی تو وہ نہایت میلا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خادمہ سے فرمایا کہ ''اس کو تنور میں ڈال دو۔'' چنانچہ اس نے تنور میں ڈال دیا۔ مہمانوں کو بڑی حیرت ہوئی اور اس انتظار میں رہے کہ اب اس کو لو اٹھتی ہے اور دھواں نکلے گا مگر وہاں نہ لو اٹھی اور نہ دھواں نکلا۔ کچھ دیر کے بعد تنور میں سے دستر خوان نہایت سپید میل کچیل سے پاک نکلا، مہمان حیران رہ گئے۔ دریافت کیا کہ ''اے انس! یہ کیا معاملہ ہے آگ نے اس کو جلایا نہیں؟'' فرمایا کہ ''یہ کیسے جل سکتا تھا۔ اس دستر خوان سے تو میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰﷺ نے دست مبارک اور دہن شریف پونچھے تھے تو آگ کی کیا مجال کہ اس پر اثر کر سکے؟''

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اس معجزے کو مثنوی شریف میں لکھ کر فرماتے ہیں:

اے دل ترسندہ از نار و عذاب
باچناں دست ولبے کن اقتراب
چوں جمادی راچنیں تشریف داد
جان عاشق راچہا خواہد کشاد
دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم
زیں جہت بایک دگر پیوستہ ایم
رشتہ مایک تو لائش بس است
چشم ماراکیف صہبا لیش بس است
مستی او تاپخون مادوید
کہنہ را آتش زد و نو آفرید
عشق اوسرمایہ جمعیت است
ہم چوخوں اندر عروق ملت است

کائنات کا ذرہ ذرہ حضور ﷺ کے کرم سے چمک رہا ہے

ولادت مبارک پر غزالی زماں حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید کاظمیؒ کی لازوال تحریر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محترم حضرات!

یہ ربیع الاول کا نورانی مہینہ، وہ مقدس مہینہ ہے جس میں سید الطیبین والطاہرین، سید المرسلین جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔ اے ماہ ربیع الاول تیری عظمتوں کو سلام تیرے دامن میں اللہ کے محبوب کی ولادت باسعادت کے جلوے نظر آ رہے ہیں۔ جو مومنین کے دلوں کو روشن کر رہے ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت نے حقائق کائنات کو منور کر دیا۔ حضور ﷺ خود نور ہیں اور اس نور نے تمام عالم کو بھی نور کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی...... یہاں حضور نبی کریم ﷺ کو بھیجنے کا ذکر ہے۔

لقد من اللہ علی المؤمنین اذبعث فیھم رسولا

اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں سے رسول کو بھیجا......

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین

تمہارے پاس نور آیا اور روشن کتاب آئی......

یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا

اے پیارے نبی! ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔

قرآن پاک کے عنوانات کو دیکھیں کہ حضور ﷺ کے آنے، بھیجے جانے، مبعوث ہونے، جلوہ گر ہونے کے لیے کیسے کیسے عنوانات اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائے ہیں اور اس سے حضور ﷺ کے تشریف لانے کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین

...... نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ تمام کائنات کے لیے رحمت ہے۔ اور حضور ﷺ تمام عالم کے لیے ہدایت بن کر تشریف لائے اور قرآن نے صاف کہا۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی

میرے دوستو اور عزیزو! حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کا مضمون جب ذہن میں آتا ہے تو تین چیزیں اپنے ساتھ لاتا ہے۔

روئی پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا نشان

(۱) خلقت محمدی

(۲) ولادت محمدی

(۳) بعثت محمدی

خلقت سے مراد ہے ساری کائنات سے پہلے حضور ﷺ کا پیدا ہونا۔ زبان نبوت نے فرمایا!

اول ما خلق اللہ نوری سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوا۔

یا جابر اول ما خلق اللہ نور نبیک (روح المعانی)

اے جابر جو چیز اللہ نے سب سے پہلے پیدا کی وہ تیرے نبی کا نور ہے۔ حضرت امام مجدد الف ثانی سیدی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف میں ایک حدیث نقل کی ہے اس کے الفاظ ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقت من نور اللہ...... حضور ﷺ نے فرمایا میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں۔

یہ ہمارا عقیدہ ہے ہمارا مسلک ہے ہمارا مذہب ہے کہ حضور ﷺ نور ہیں اور حضور ﷺ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے۔

اور حضور ﷺ نے فرمایا۔ انا اولھم خلقا میں سب سے پہلے پیدا ہوا ہوں ''واخرھم بعثا'' اور سب نبیوں کے بعد آیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی اولیت کا ذکر اور مقامات پر بھی فرمایا ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے۔

کنت نبیا وادم بین الماء والطین یعنی میں نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی میں تھے۔ ایک اور مضمون اسی حدیث کا

ترمذی شریف میں بروایت حسن، امام ترمذی نے روایت کیا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علہ وسلم کنت نبیا و ادم بین الروح والجسد فرمایا میں نبی تھا اور آدم علیہ السلام ابھی جسد اور روح میں تھے۔یعنی ان کی روح ان کے جسم میں داخل نہیں ہوئی تھی اس وقت بھی میں نبی تھا۔

بعض لوگوں نے یہ کہا کہ جب آدم علیہ السلام کی روح ان کے بدن میں نہیں پڑی تھی تو میں اللہ کے علم میں نبی تھا۔اب کوئی ان سے پوچھے کے خدا کے بندو! کیا اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی اللہ کے علم میں تھے۔اور کوئی نبی اللہ کے علم میں نہیں تھا؟ بھائی یہ کیا تماشا ہے۔اور اگر حضورﷺ کے علاوہ سب نبی اللہ کے علم میں تھے تو پھر حدیث کا کیا مطلب ہوا؟ اس لیے محققین نے صاف کہا کہ "کنت نبیا ادم بین الروح و الجسد" کا مفہوم یہ ہے کہ میں مسند نبوت پر جلوہ گر تھا اور ارواح انبیاء علیہم السلام کو نبوت کا فیض عطا فرما رہا تھا۔

ہمارا مسلک ہے کہ حضورﷺ مبداء کائنات ہیں، حضور مخزن کائنات ہیں' حضور منشاء کائنات ہیں اور مجھے کہنے دیجئے کہ حضور مقصود کائنات ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے۔لو لاک لما خلقت الدنیا یعنی اے پیارے حبیب تو نہ ہوتا تو میں دنیا کو نہ بناتا۔ایک حدیث میں آیا۔لو لاک لما خلقت الا فلاک یعنی میرے نبی اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا میں آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا۔" اور تفسیر حسینی میں ایک حدیث نقل کی گئی۔لو لاک لما اظہرت الربوبیہ پیارے اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ کرتا۔

اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ احادیث ضعیف ہیں، یہ نہیں کہتے کہ ہمارا عقیدہ ضعیف ہے۔اور میں تو حضور نبی کریمﷺ کے اول ہونے کا مضمون قرآن سے سمجھتا ہوں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صاف فرمایا ہے۔

وما ارسلنک الا رحمۃ اللعالمین

"پیارے حبیب ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے عالموں کے لیے رحم کرنے والا بنا کر۔"

اب بتایئے کہ سارے عالموں میں سوائے اللہ کے سب کچھ شامل ہے یا نہیں؟ ہم سے جو پہلے تھے۔وہ بھی العالمین میں شامل ہیں اور جو ہمارے بعد آئیں گے وہ بھی العالمین میں شامل ہیں اور اب جو موجود ہیں وہ بھی العالمین میں شامل ہیں تو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا حضورﷺ سب کے لیے رحمت کرنے والے ہیں کہ نہیں؟ ہیں اور ضرور ہیں۔

رحمت مصدر ہے اور راحم کے معنی میں ہیں۔صاحب روح المعانی علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی نے "وما ارسلنک الا رحمت اللعالمین" کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا۔

بعض لوگوں نے یہ کہا کہ جب آدم علیہ السلام کی روح ان کے بدن میں نہیں پڑی تھی تو میں اللہ کے علم میں نبی تھا۔اب کوئی ان سے پوچھے کے خدا کے بندو! کیا اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی اللہ کے علم میں تھے۔اور کوئی نبی اللہ کے علم میں نہیں تھا؟ بھائی یہ کیا تماشا ہے۔اور اگر حضورﷺ کے علاوہ سب نبی اللہ کے علم میں تھے تو پھر حدیث کا کیا مطلب ہوا؟

یعنی اے پیارے حبیب ہم نے آپ کو نہیں بھیجا۔مگر سارے عالموں کے لیے رحم کرنے والا بنا کر۔"

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ سارے عالموں میں اللہ کے سوا سب کچھ شامل ہے کہ نہیں، زمین بھی، آسمان بھی، فرش بھی، عرش بھی، ملک بھی، فلک بھی، تمام جواہر بھی، اغراض بھی، عناصر بھی، تمام عالم اجسام، تمام عالم ارواح، موالید ثلاثہ، عالم خلق...... عالم امر، عالم تحت، عالم فوق، کل کائنات العالمین میں داخل ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

میرے پیارے میں نے آپ کو سارے عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

میرے پیارے دوستو، اور عزیزو! یہ بات ہمارے سامنے قرآن کی آیت میں ہے کہ آپ سارے عالموں کے لئے رحمت ہیں اور رحمت مصدر ہے اور فاعل کے معنی میں ہے یعنی آپ سارے عالموں کے راحم ہیں، جو سارے عالموں کے لیے رحمت کرنے والا ہو۔تو ایمان سے کہنا کہ سارے عالموں کی حاجت ان کے دامن سے وابستہ ہوگی کہ نہیں، بے شک ہوگی......

صاحب روح المعانی نے عارفین کا ایک قول نقل کیا ہے اور یہ بتایا کہ حضورﷺ کے رحمۃ اللعالمین ہونے کی وجہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اصل ہیں اور العالمین فرع، اصل جڑ کو کہتے ہیں اور فرع شاخ کو۔اب یہ بتایئے کہ جڑ نہ ہو گیا شاخیں باقی رہیں گی؟ اگر درخت کی جڑ سوکھ جائے تو کیا شاخیں ہری رہیں گی؟ یقیناً نہیں' ارے درخت کی جڑ سے تو سارا کام ہوتا ہے۔جڑ تنے کو غذا پہنچاتی ہے۔اور جڑ کی پہنچائی ہوئی غذا تنے سے ہوتی ہوئی شاخوں میں پہنچتی ہے۔پھر پتوں میں پہنچتی ہے۔تو معلوم ہوا کہ سارا تنا اس جڑ کا محتاج ہے جب تک اس جڑ کا فیض جاری ہے تو شاخیں ہری ہیں اگر جڑ کا فیض ختم ہو جائے تو شاخیں بھی سوکھ جائیں گی۔جس طرح جڑ کو شاخوں کے ساتھ طبعا رحمت کا جذبہ دینا پایا جاتا ہے۔اسی طرح حضورﷺ کی ذات پاک العالمین کے ہر ذرے کے لیے رحمت کا جذبہ پایا جاتا ہے۔

میرے آقا حضرت محمدﷺ تمام کائنات کے ذرے ذرے کے لیے اصل ہیں۔اور اس کائنات کا ہر ذرہ ہر فرد اور ہر گل جو ہمیں نظر آتا ہے اور جو ہمیں نظر نہیں آتا خواہ وہ زمین کے اوپر ہے خواہ زمین کے نیچے ہے، وہ ہواؤں میں ہے وہ فضاؤں میں ہے وہ خلاؤں میں ہے۔وہ دریاؤں میں ہے۔وہ پہاڑوں میں ہے وہ کہیں ہے زمین مین میں ہے۔آسمان میں ہے تحت میں ہے۔فوق میں ہے جہاں بھی کوئی ذرہ ہے۔مصطفیﷺ کی جڑ کے لیے شاخ ہے اور حضورﷺ کا فیض اسی طرح کائنات کے ہر ذرے کو پہنچ رہا ہے۔جیسے جڑ کا فیض شاخ کے ہر جز کو پہنچ رہا ہے۔

اب یہ بتائے کہ جڑ پہلے ہوگی یا شاخ، یقیناً جڑ پہلے ہوگی۔تو یوں کہیئے کہ شاخیں تو العالمین ہے اور جڑ حضورﷺ ہیں۔تو حضورﷺ پہلے ہوئے اور العالمین بعد میں۔اب آپ یہ بتائیں کہ شاخ کو جڑ کی حاجت ہے کہ نہیں؟ یقیناً ہے تو یوں کہیئے کہ ساری کائنات کو مصطفیﷺ کی حاجت

ہے۔ اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ حاجت والا بعد میں ہوتا ہے۔ تمام کائنات کو حضور ﷺ کی حاجت ہے اس لئے حضور ﷺ پہلے ہیں اور حاجت والی کائنات ہے اس لئے کائنات بعد میں ہوئی۔

میرا تو ایمان ہے کہ اگر حضور ﷺ نہ ہوں تو کائنات زندہ نہیں رہ سکتی۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا
وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی
جان ہے تو جہان ہے

یہ کیا تصور ہے کہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے (نعوذ باللہ) ارے وہ مر گئے تو ہم کیسے زندہ رہ گئے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ پاور ہاؤس میں تو بجلی ہے نہیں مگر میرے گھر کے تمام بلب کیسے روشن ہیں؟ یہ تو ہوسکتا ہے کہ پاور ہاؤس میں بجلی موجود ہو اور تیرے گھر میں اندھیرا ہو۔ اس لیے کہ تو نے فٹنگ نہ کرائی ہو۔ اور شاید فٹنگ بھی کرائی ہو تو کنکشن نہ لیا ہو اور ممکن ہے کہ کنکشن بھی لیا ہو تو ابھی بلب نہ لگایا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بلب بھی لگا ہو مگر فیوز ہی اڑ گیا ہو معلوم ہوا کہ اگر پاور ہاؤس میں بجلی ہو تو تیرے گھر اندھیرا ہوسکتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ پاور ہاؤس میں بجلی نہ ہو اور تیرے گھر میں روشنی۔

یہ تو ممکن ہے کہ حضور ﷺ زندہ ہوں اور ہم مرجائیں لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ حضور ﷺ معاذ اللہ مردہ ہوں اور ہم زندہ ہوں کیوں کہ حضور ﷺ اصل ہی ہیں حضور مخزن حیات ہیں، منبع حیات ہیں، معدن حیات ہیں، اور ساری کائنات کے لیے بنیاد ہیں اور بنیاد کے بغیر کوئی شے زندہ نہیں رہ سکتی۔

یہاں جلد کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ حضور ﷺ پانی بھی پیتے تھے۔ حضور ﷺ زمین پر چلتے تھے، ہوا میں سانس لیتے تھے۔ تو پھر حضور ﷺ کو بھی ان ساری چیزوں کی حاجت ہوئی۔ اگر ہمیں حاجت ہے تو پھر حضور ﷺ کو بھی حاجت ہوئی اگر کوئی اپنے ذہن میں یہ تصور رکھتا ہے۔ تو معراج کی رات کا تصور قائم کرے اگر زمین ہمارے پاؤں تلے نہ ہو تو ہم کیسے ٹھہریں گے۔ ہوا نہ ہو تو ہم سانس کیسے لیں گے، پانی نہ ہو تو ہماری زندگی کیسے برقرار رہے گی لیکن جب معراج کی رات آئی تو مسئلہ حل ہوگیا، کیا ہوا، ایمان سے کہنا زمین نیچے رہی مصطفیٰ ﷺ اوپر چلے گئے۔ تم تو زمین چھوڑ کر ذرا اوپر جا کر دکھاؤ۔ تو پتہ چلا۔ معراج کی رات یہ مسئلہ حل ہوگیا اور بتا دیا کہ دیکھو لو زمین نیچے ہے۔ مصطفیٰ ﷺ اوپر ہیں اگر وہ اس کے محتاج ہوں تو اس کے بغیر کیسے رہ گئے سمجھ لو مصطفیٰ ﷺ ان کے محتاج نہیں ہیں۔

اور جب حضور ﷺ معراج پر گئے تو ایمان سے کہنا کہ پانی نیچے رہا کہ نہیں رہا۔ آگ نیچے رہی، ہوا نیچے رہی، پتہ چلا کہ حضور ﷺ نہ آگ کے محتاج تھے نہ پانی کے محتاج تھے، نہ ہوا کے محتاج تھے اور نہ زمین کی محتاج تھے۔

شاید کوئی گمان کرے کہ حضور ﷺ آسمان کے محتاج ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پیارے پہلے آسمان کو چھوڑ کر دوسرے پر آجا تو آسمان کا بھی محتاج نہیں ہے۔ اور شاید کوئی یہ سمجھتا کہ دوسرے کے محتاج ہیں۔ اللہ نے فرمایا پیارے حبیب دوسرے کو چھوڑ کر تیسرے پر آجا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ یہ دوسرے کا بھی محتاج نہیں ہے۔ پھر چوتھے پر بلایا، پانچویں چھٹے، اور ساتویں پر بلایا، پھر عرش پر بلایا۔ حضور ﷺ جب عرش پر پہنچے تو شاید لوگ یہ سمجھتے کہ یہ عرش کے محتاج ہیں۔ اللہ نے فرمایا پیارے عرش کو نیچے چھوڑ دے تو اوپر چلا آ۔

اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو میں ایک بات کہتا ہوں کہ حضور ﷺ تو وہاں گئے۔

جہاں نہ مکاں تھا نہ لا مکاں

کیا مطلب ہوا، مکان نیچے رہا، مصطفیٰ ﷺ اوپر ہوئے۔ لامکاں نیچے رہا۔ مصطفیٰ ﷺ اوپر ہوئے۔ معلوم ہوا کہ جو کسی کا محتاج ہو وہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اور ہمارے نبی کریم ﷺ نہ زمیں کے محتاج ہیں نہ آسمان کے، نہ وہ مکاں کے محتاج ہیں نہ امکان کے محتاج ہیں' ارے وہ تو ساری کائنات میں کسی کے محتاج نہیں' کائنات ان کی محتاج ہے وہ تو فقط خالق کائنات کے محتاج ہیں۔

یہاں ایک شبہ پیدا ہو گیا کہ جو کسی کا محتاج ہو وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیوں کہ پرندہ ہوا کا محتاج ہے اور مچھلی پانی کی محتاج ہے (پرندوں کو ہوا سے الگ کر دو تو پرندے ہوا کے بغیر مر جائیں گے اور اسی طرح اگر مچھلی کو پانی سے الگ کر دو تو پانی کے بغیر مچھلی مر جائے گی۔)

اگر یہ بات ہے تو شبہ یہ ہے کہ معراج کی رات حضور ﷺ ساری کائنات کو چھوڑ کر لامکاں پر چلے گئے بلکہ لا مکان کو بھی چھوڑ کر اوپر چلے گئے۔ تو اگر یہ کائنات حضور ﷺ کی محتاج تھی۔ تو یہ حضور ﷺ کے بغیر کیسے رہ گئی؟ کیوں کہ جو کسی کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ یہ کیا بات ہوئی کہ حضور ﷺ ہیں نہیں اور زمین ہے۔ حضور ﷺ ہیں نہیں اور آسمان ہے، حضور ﷺ ہیں نہیں اور جواہر ہیں۔ حضور ﷺ ہیں نہیں اور اجسام ہیں، حضور ﷺ ہیں نہیں اور ارواح ہیں، حضور ﷺ ہیں نہیں اور عرش ہے حضور ﷺ ہیں نہیں اور فرش ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ تو حضور ﷺ کے محتاج ہیں تو اگر حضور ﷺ نہیں تو یہ کیسے رہ گئے؟ میرے دوستو! عزیزو! میں یہی بات آپ کے ذہن میں ڈالنا چاہتا ہوں کہ ہم نے سمجھا ہی نہیں کہ حضور ﷺ ہیں کیا؟

میرے دوستو، عزیزو!

خدا کی قسم حضور ﷺ خدا نہیں ہیں، وہ خدا کے شریک نہیں ہیں۔ حضور ﷺ خدا کے بیٹے نہیں ہیں۔ خدا بیٹے سے پاک ہے۔ خدا شرکت سے پاک ہے خدا وحدہٗ لاشریک ہے۔ حضور ﷺ نہ خدا ہیں نہ خدا کے شریک، ارے وہ تو خدا کے حبیب ہیں اور خدا کے عبد مقدس ہیں۔

شاید کوئی گمان کرے کہ حضور ﷺ آسمان کے محتاج ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پیارے پہلے آسمان کو چھوڑ کر دوسرے پر آجا تو آسمان کا بھی محتاج نہیں ہے۔ اور شاید کوئی یہ سمجھتا کہ دوسرے کے محتاج ہیں۔ اللہ نے فرمایا پیارے حبیب دوسرے کو چھوڑ کر تیسرے پر آجا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ یہ دوسرے کا بھی محتاج نہیں ہے۔ پھر چوتھے پر بلایا، پانچویں چھٹے، اور ساتویں پر بلایا، پھر عرش پر بلایا۔ حضور ﷺ جب عرش پر پہنچے تو شاید لوگ یہ سمجھتے کہ یہ عرش کے محتاج ہیں۔ اللہ نے فرمایا پیارے عرش کو نیچے چھوڑ دے تو اوپر چلا آ۔

اب آپ کہیں گے کہ جب وہ عبد مقدس ہیں تو مخلوق ان کے بغیر کیسے رہ گئی۔ بس یہ بات آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان سب مسائل کو ہمارے سامنے رکھ دیا اور فرمایا

یضرب الله الامثال للناس

یعنی اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے۔ الٰہی کی بیان کی ہوئی مثالون کو دیکھو اور حقائق کو سمجھو۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا۔

وکذلک نری ابرھیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین (سورہ بقرہ)

اور اپنے پیارے حبیب ﷺ کے بارے میں فرمایا۔

انا ارسلنک شاھدا و مبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا (سورہ احزاب)

"پیارے حبیب ﷺ ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا، ہم نے آپ کو مبشر بنا کر بھیجا، ہم نے آپ کو نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ ہم نے آپ کو اپنی طرف اپنے حکم سے دعوت دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اے حبیب ہم نے آپ کو سراج منیر بنا کر بھیجا۔"

اللہ تعالیٰ نے میرے آقا حضور پرنور ﷺ کو سراج کس کے لیے بنایا؟ یقیناً العالمین کے لیے بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔

تو بھائی جیسا ماحول ہوگا سراج بھی ویسا ہی ہوگا۔ کوئی کسی چھوٹے کمرے کا چراغ ہوگا، کوئی کسی بڑے حال کا چراغ ہوگا۔ کوئی پورے گھر کا چراغ ہوگا۔ کوئی پورے شہر کا چراغ ہوگا اور کوئی پورے ملک کا چراغ ہوگا لیکن محمد ﷺ تو ساری کائنات کے چراغ اب بتایئے کہ چراغ ایک جگہ ہوتا ہے اس کی لو ایک جگہ ہوتی ہے لیکن اس کی روشنی کہاں تک جاتی ہے اس کی روشنی چھتوں پر ہوتی ہے۔ اس کی روشنی دیواروں پر ہوتی ہے۔ اس کی روشنی زمین پر بھی ہوتی ہے اور اس کی روشنی آسمان پر بھی ہوتی ہے۔ اب یہ تو ایک جگہ مگر اس کی روشنی سب جگہ ہے۔

میرے دوستو، عزیزو!

میرے آقائے نامدار ﷺ تو سراج منیر ہیں۔ تو سمجھ لو کہ میرے آقا فرش پر ہیں تو ان کی روشنی عرش پر جاتی ہے۔ اگر وہ مدینے کا چراغ عرش پر ہی تو اس کی روشنی تک جاری ہے۔ اگر وہ چراغ مکان میں ہے تو اس کی روشنی لا مکاں تک جاری ہے۔ اور اگر وہ چراغ لامکان میں ہے تو مکان تک اس کی روشنی جارہی ہے۔ تو جہاں اس کی روشنی ہے وہاں مصطفیٰ ﷺ موجود ہیں۔ اور جب موجود ہیں تو یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ ان کے بغیر کائنات زندہ رہ سکے۔

میرے آقائے نامدار ﷺ تو سراج منیر ہیں۔ تو سمجھ لو کہ میرے آقا فرش پر ہیں تو ان کی روشنی عرش پر جاتی ہے۔ اگر وہ مدینے کا چراغ عرش پر ہی تو اس کی روشنی تک جاری ہے۔ اگر وہ چراغ مکان میں ہے تو اس کی روشنی لامکاں تک جاری ہے۔ اور اگر وہ چراغ لامکان میں ہے تو مکان تک اس کی روشنی جارہی ہے۔ تو جہاں اس کی روشنی ہے وہاں مصطفیٰ ﷺ موجود ہیں۔ اور جب موجود ہیں تو یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ ان کے بغیر کائنات زندہ رہ سکے۔

میرے دوستوں اور عزیزو!

یہ مصطفیٰ کا کمال، یہ حضور کا کمال، یہ حضور کا حسن، یہ حضور کا جمال حضور کا نہیں، حضور ﷺ تو خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کا آئینہ ہیں، میں نہیں کہتا۔ اے زبان نبوت تجھ پر کروڑوں درود اور سلام، حضور ﷺ نے فرمایا۔

قال رسول اللہ ﷺ من رانی فقد رای الحق۔ فرمایا جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ بخاری میں ہے۔ اور مسلم شریف میں بھی ہے۔ ہم حضور ﷺ کو خدا کا شریک نہیں مانتے۔ ہم حضور ﷺ کو خدا تعالیٰ کا مثل نہیں مانتے، ہم حضور ﷺ کو خدا کا نظیر نہیں مانتے۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا اللہ تعالیٰ نظیر سے پاک ہے۔ وہ میل سے پاک ہے۔ وہ شریک سے پاک ہے۔ ارے حضور ﷺ اللہ کے شریک نہیں ہے۔ واللہ، باللہ ثم تاللہ! حضور ﷺ تو خدا کی ذات وصفات کا آئینہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جمال الوہیت کو اپنے حبیب ﷺ کی ذات میں ظاہر کیا۔ میں حیات ہوں کہ اگر یہ شرک ہے تو پھر ساری کائنات شرک سے بھری پڑی ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ میں اور مجھ میں کوئی خوبی ہے۔ تو وہ کس کی ہے۔ میری اور تمہاری ہے یا خدا کی دی ہوئی ہے؟ یقیناً خدا کی عطا کردہ ہے تو جب خدا کا کمال تم میں اور مجھ میں ظاہر ہو تو کوئی شرک نہیں اور حضور ﷺ میں ظاہر ہو تو شرک ہو جائے کیا تماشہ ہے؟

میرے دوستو اور عزیزو!

ہم حضور ﷺ کو خدا کا جز نہیں سمجھتے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ تم تو حضور ﷺ کو خدا کے نور سے مانتے ہو۔ تو جتنا نور حضور ﷺ میں آیا اتنا نور خدا میں کم ہوگیا۔ لہٰذا تم نے حضور کو خدا کے نور سے مان کر خدا کے نور کو ناقص کر دیا۔

لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

عزیزان گرامی!

دیکھئے یہ بات تو تب ہو کہ جب خدا کا کوئی جز ہو۔ وہ تو جز سے پاک ہے اور مجھے کہنے دیجئے کہ وہ جز ہی نہیں بلکہ وہ تو کل سے بھی پاک ہے۔ نہ خدا کو جز کہہ سکتے ہیں اور نہ کل کہہ سکتے ہیں۔ ہاں وہ جز کا بھی خالق ہے اور کل کا بھی خالق ہے۔ خود جز ہے نہ کل ہے۔ جز اس لئے نہیں کہ اگر ہم خدا کو جز مان لیں تو ترکیب ہوگی اور جہاں ترکیب ہوگی وہاں حدوث ہوگا۔ اگر حدوث ہو تو خدا تعالیٰ کا وجود ختم ہوگا۔ اور اگر ہم خدا کو کل مان لیں گے تب بھی یہی بات ہوگی۔

کیوں کہ کل کے معنی تو یہ ہیں کہ بہت سے اجزاء کو جمع کرلو اور سب کو ملا لو۔ اجزاء کے مجموعے کا نام کل ہوتا ہے۔ اجزاء ہوں گے تو مجموعہ ہوگا۔ اور اگر مجموعہ نہیں تو کل نہیں اور اجزاء نہیں تو کل نہیں۔ اگر خدا کو کل کہو گے تو پہلے اجزاء ماننے پڑیں گے۔ ایمان سے کہنا کہ کیا خدا کے اجزاء ہیں، اگر اجزاء نہیں تو مجموعہ کہاں سے آگئے گا۔ مجموعہ نہیں تو کل کس کو کہو گے۔ اس لئے مان لو کہ خدا کل نہیں، خدا تو ہر کل کا خالق ہے۔ ہر کل کو خدا نے پیدا کیا خدا تو ہر کل کا خالق ہے۔ ہر کل کو خدا نے پیدا کیا خدا جز نہیں ہے بلکہ وہ تو ہر جز کا خالق

ہے اور ہر جز کو خدا نے پیدا کیا لہٰذا حضور ﷺ خدا کا جز نہیں ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ خدا کے نور سے کیسے پیدا ہو گئے۔ کیوں کہ خدا کا نور تو کبھی جز نہیں ہوا۔ میں سمجھتا ہوں، دیکھئے سورج آسمان پر چمک رہا ہے، آپ نیچے زمین پر آئینہ رکھ دیں۔ ایمان سے کہنا کہ اس شیشے میں سورج چمکتا ہوا نظر آئے گا یا نہیں؟ یقیناً آئے گا اب بتایئے کہ اس میں جو روشنی ہے وہ سورج کی ہے یا نہیں؟ اب اگر کوئی یہ کہے کہ نہیں جناب یہ سورج کی روشنی نہیں اگر یہ سورج کی روشنی ہے تو جتنی روشنی اس میں آئی اتنی روشنی سورج میں کم ہو جانی چاہئے۔ کیا آپ اس بات کو مان لیں گے' یقیناً نہیں مانیں گے۔ آپ دوسرا آئینہ رکھ دیں تیسرا رکھ دیں۔ لاکھوں بلکہ کروڑوں شیشے زمین پر بچھا دیں۔ ہر آئینہ میں پورا سورج نظر آئے گا مگر وہاں کوئی کمی آئے گی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ نہیں صاحب کمی تو ہو ہی گئی۔ تو میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ ایک دو شیشے رکھنے سے کچھ کمی ہوا اور اگر ہزاروں لاکھوں شیشے رکھ دیئے جائیں تو سورج کا بالکل صفایا ہی ہو جائے۔ اور سورج کا سارا نور ان آئینوں میں تقسیم ہو کر ختم ہو جائے تو بھائی کروڑوں شیشے بھی رکھ دیئے جائیں تو وہاں کمی نہیں آئے گی۔ جب وہاں کمی نہیں آئی تو پتہ چلا کہ شیشہ جو سورج کے نیچے رکھا ہے۔ وہ سورج کا جز نہیں ہے۔ اور جو اس میں چمکتا ہوا نظر آرہا ہے آپ اس شیشے کے نور کو کیا کہیں گے۔ سورج کا جز نہیں کہہ سکتے بلکہ سورج کا جلوہ کہیں گے۔ کیوں کہ نہ تو اصل سورج شیشے میں آیا اور نہ ہی شیشہ سورج کا حصہ بنا بلکہ شیشہ سورج کے نور کا مظہر بنا۔

میرے آقا حضور پر نور ﷺ نے فرمایا۔

"ان امراۃ جمال الحق" یعنی میں تو حق کے جمال کا آئینہ ہوں۔" شیشے میں جو نور نظر آئے گا وہ آفتاب کا نور ہوگا۔ اور مصطفی ﷺ میں جو نور نظر آئے گا۔ وہ خدا کا نور ہوگا۔ بس میں یہ کہتا ہوں کہ حضور ﷺ میں جو علم نظر آیا وہ حضور کا نہیں بلکہ خدا کا علم ہے۔ جو قدرت حضور میں نظر آئی وہ حضور کی نہیں وہ خدا کی ہے۔ اگر حضور میں خدا کی قدرت کا ظہور نہ ہوتا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ جبل ابوقبیس پر حضور ﷺ نے چاند کو انگلی کا اشارہ فرمایا اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ یہ حضور ﷺ کی قدرت نہ تھی بلکہ خدا کی قدرت کا ظہور تھا۔

میرے دوستو اور عزیزو!

ہمیں دین ملا تو رسول اللہ کی زبان سے، خدا کی معرفت ملی تو رسول کی زبان سے، قرآن ملا تو رسول ﷺ کی زبان سے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ لیکن اللہ کا کلام ہونے کے باوجود وہ رسول کا کہا ہوا ہے میں نہیں کہتا قرآن کہتا ہے۔

انه لقول رسول کریم

یعنی" قرآن کلام میرا ہے قول رسول کریم کا ہے۔"

اگر یہ رسول کریم کہہ کر نہ بتاتے تو تمہیں کیا پتہ چلتا کہ کیا ہے۔ لہٰذا خدا کے کلام کا جلوہ حضور کا علم، اللہ تعالیٰ کے کلام کا جلوہ، حضور کے کلام میں، اللہ تعالیٰ کے علم کا جلوہ، حضور کا علم، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا جلوہ، حضور کی قدرت میں اللہ تعالیٰ کی سمع کا جلوہ، حضور ﷺ کی سمع میں سبحان اللہ! وہ کیسی سمع ہے! بخاری شریف کی حدیث ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے تو حضرت بلال ﷺ کو بلایا، اور فرمایا! بلال تو وہ عمل بتا جو تو کرتا ہے۔ میں تو جنت میں اپنے آگے تیرے چلنے کی آواز سنی ہے؟ یہاں لوگوں نے کہا، اگر حضور ﷺ کو علم ہوتا تو آپ حضرت بلال ﷺ سے کیوں پوچھتے، ارے یہ بات نہ تھی۔ کیوں کہ بلال نے تو ایسا کوئی عمل نہیں کیا۔ جس کا حضور ﷺ کو علم نہ ہو جس عمل کرنے سے حضرت بلال ؓ کو یہ مرتبہ مال اگر اس عمل کا علم حضور ﷺ کو نہ ہو تو عمل کرنے والا جنت میں کیسے جاسکتا ہے۔ دراصل بات یہ تھی کہ بلال تم خود اپنے منہ سے کہو تا کہ اس اہمیت والے عمل کا پتہ چلے اور لوگوں کو شوق پیدا ہو۔ یہ ایک نفسیاتی بات ہے۔

حضرت بلال ؓ نے کہا کہ میرے آقا تحیۃ الوضو بھی پڑھتا ہوں اور تحیۃ المسجد بھی پڑھتا ہوں اب یہاں میں ایک بات آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو کیا حضرت بلال ؓ ساتھ گئے تھے؟ یقیناً نہیں گئے تھے۔ اور جب گئے نہیں تو وہاں تھے نہیں۔ اور جب تھے نہیں تو چلے بھی نہیں۔ اور جب چلے نہیں چلنے کی آواز پیدا نہ ہوئی اور جب آواز پیدا نہ ہوئی تو حضور ﷺ نے کیا سنا؟ تو یہ کیا بات ہوئی۔ بعض لوگوں کہتے ہیں بلال زمین پر چل رہے تھے۔ حضور نے وہاں ان کی آواز سن لی۔ اگر یہ بات ہے تو یہ بھی تمہارے لئے مصیبت ہے تم تو کہتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کو یا رسول اللہ مت کہو۔ کیوں کہ آپ دور سے نہیں سنتے۔ تو بھائی جو جنت میں رہ کر یہاں کی آواز سن لے تو وہ یا رسول اللہ کی آواز کیسے نہیں سنیں گے۔ مگر یہاں تو زمین پر چلنے کی بات نہیں۔ حضور ﷺ فرما رہے ہیں۔ اے بلال میں تیرے چلنے کی آواز اپنے کانوں سے سن رہا ہوں۔ بات تو جنت میں چلنے کی ہے اور حضرت بلال حضور ﷺ کے ساتھ گئے نہیں تو یہ کیا ہو گیا؟

ہمیں دین ملا تو رسول اللہ کی زبان سے، خدا کی معرفت ملی تو رسول کی زبان سے، قرآن ملا تو رسول ﷺ کی زبان سے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ لیکن اللہ کا کلام ہونے کے باوجود وہ رسول کا کہا ہوا ہے

اب میرے ذوق کی بات ہے کوئی مانے یا نہ مانے مجھے چھوڑ دیں۔ بات یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جنت میں کوئی نبی داخل نہ ہوگا جب تک حضور ﷺ داخل نہ ہو جائیں۔ اور کسی نبی کی امت داخل نہ ہوگی جب تک حضور ﷺ کی امت داخل نہ ہو جائے۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے۔ اما اول من یقرا باب الجنة یعنی سب سے پہلے جنت کا دروزہ کھٹکھٹانے والا میں ہوں اور حضور ﷺ بڑی شان سے جنت میں جائیں گے۔ حضور ﷺ اپنی اونٹنی (ناقہ) پر سوار ہوں گے اور اس کی مہار بلال ؓ کے ہاتھ میں ہوگی۔ اب یہاں سے کہنا کہ جس کے ہاتھ میں مہار ہو وہ پہلے آگے ہوگا کہ نہیں؟ یقیناً آگے ہوگا۔ شاید آپ دل میں یہ سوچیں کہ ہم تو سنتے تھے کہ حضور ﷺ سے پہلے تو نبی بھی نہیں جائیں گے۔ یہاں تو بلال ؓ پہلے چلے گئے تو سنئے حضرت بلال پہلے نہیں گئے یہ تو مہار کی برکت ہے مہار چھوڑ دیں پھر دیکھیں بلال کیسے جنت میں جاتے ہیں۔ حقیقت میں تو حضور ہی پہلے جا رہے ہیں۔ ورنہ بلال تو حضور ﷺ کے ساتھ لگ کر جا رہے ہیں۔ تو حضور ﷺ ناقہ سواری پر ہوں گے۔ حضرت بلال ؓ کے ہاتھ میں مہار ہوگی۔ بلال آگے آگے چلتے ہوں گے۔ جب جنت میں چلیں گے تو آواز پیدا ہوگی تو جو آواز لاکھوں برس بعد پیدا ہوگی حضور علیہ السلام نے وہ پہلے سن لی۔ سبحان اللہ! میرے آقا آپ کی قوت سماعت پر لاکھوں سلام۔

وما علینا الا البلاغ......

قرآن کریم نے کائنات کے خزانے اگل دیئے

مسلمانوں کی پستی میں گرنے کا واحد سبب قرآن مجید سے دوری اور بے عملی ہے

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد (پی ایچ ڈی)

تقریباً چار ہزار برس پہلے...... جب نارنمرود ٹھنڈی ہوچکی ...... جب تعمیر کعبہ مکمل ہوچکی تو اللہ کے اس برگزیدہ رسول نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ...... اور پھر وادی مکہ کی نوری فضاؤں میں یہ آواز گونج رہی تھی۔

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار انہیں میں سے ان میں ایک رسول بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور تیری کتاب اور حکمت سکھائے اور انہیں خوب پاک صاف کردے۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

یہ دعا آسمان کی بلندیوں سے گزر کر عرش تک پہنچی اور دربار الٰہی میں قبول ہوئی کہ ایک برگزیدہ رسول کی دعا تھی...... پھر اس نبی منتظر کی آمد کے ذکر واذکار ہونے لگے۔ ہندوستان کے ویدوں (۲) میں، اپنشدوں (۳) میں اور پرانوں میں صاف وہ نام نامی ''محمد'' اور ''احمد'' نظر آرہا ہے۔ (۴) زبور میں، حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحیفوں میں اور توریت میں آپ کی آمد کا ذکر ہے۔ اور ''محمد'' اور ''احمد'' کی گونج سنائی دے رہی ہے، گوتم بدھ کے ملفوظات میں، ''رحمۃ اللعالمین'' کی آمد آمد کا ذکر ہے (۵) اور آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ بشارت سناتے ہوئے آسمان کی طرف اٹھتے چلے گئے۔

ترجمہ: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب کی توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور اس رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے اور جن کا نام ''احمد'' ہے۔

بعثت نبوی سے پہلے آپ کی آمد آمد کا اتنا چرچا کیا گیا کہ سارا عالم آپ کا منتظر ہوگیا...... قرآن کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ آپ کو اس طرح جانتے پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے پہچانتے ہیں...... آپ کا ذکر اتنا ہوا، اتنا ہوا کہ آنے سے پہلے آپ کی شخصیت جانی پہچانی ہوگئی...... یہ

امت مسلمہ کو جشن
عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مبارک ہو
اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مسلمانوں کو عروج عطا فرمائے
منجانب: مولانا قاسم ہزاروی مکتبہ غوثیہ ہول سیل
سبزی منڈی یونیورسٹی روڈ نزد پولیس چوکی فرقان آباد کراچی نمبر 5
Phones : 4910584-429946-4926110

امتیاز نوع انسانی میں صرف اور صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا..... اہل کتاب کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے:

الذین اٰتینھم الکتٰب یعرفونه کما یعرفون ابناء ھم (۷)

ترجمہ: جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

ہاں، دعائے خلیل قبول ہوئی اور وہ آنے والا اس شان سے آیا کہ عالم کا رنگ ہی بدل گیا..... ایک بہار آگئی..... مرجھائے ہوئے مسکرانے لگے..... ایسی روشنی آگئی..... بھٹکنے والے راہ پر لگ گئے..... یہ نوع انسانی پر اللہ کا خاص احسان تھا، اسی کو جتایا گیا، اس کو دکھایا گیا، اور ارشاد ہوا:

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلو علیھم ایٰته ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمة ج وان کانو من قبل لفی ضلٰل مبین (۸)

ترجمہ: بے شک مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہوا کہ انہیں میں سے ان میں ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، انہیں پاک صاف کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

اللہ، اللہ یہ کلمات تو وہی ہیں وادی مکہ میں جن کی گونج سنی گئی تھی..... حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی وہ آرزو پوری ہوئی اور وہ تمنا برآئی..... جبل فاران سے کبھی غروب نہ ہونے والا ایک آفتاب جہاں تاب طلوع ہوا..... ہاں وہ آنے والا آیا اور سارے عالم کے لیے آیا..... اور اعلان کردیا گیا:

یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی له ملک السمٰوت والارض ج (۹)

ترجمہ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ جس کی بادشاہی آسمانوں میں بھی ہے اور زمینوں میں بھی۔

بعثت نبوی کے وقت دنیا میں پانچ مذاہب نمایاں تھے..... مجوسی: یہ ایران خراسان، افغانستان، ترکستان اور پاک وہند میں پائے جاتے تھے..... عیسائی: یہ عرب کے کچھ علاقوں، ایشیائے کوچک، یورپ وافریقہ میں پائے جاتے تھے..... یہودی: یہ بھی عرب کے کچھ علاقوں میں موجود تھے..... بدھ: یہ پاک وہند، جزائر شرقی، جاپان، چین، منگولیا، منچوریا، تبت وغیرہ میں تھے..... وفسطائی: جن کو عقلیت پرست کہا جائے، یہ دنیا کے ہر خطے میں موجود تھے..... اور عرب کا حال یہ تھا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے علاوہ کچھ لوگ دین ابراہیمی کے پیرو تھے باقی بت پرست اور دھریہ تھے..... سب اپنی اپنی جگہ موجود تھے، سب ہدایت وحکمت کے دعویدار تھے لیکن ہدایت وحکمت ناپید تھی اور ماحول تیرہ وتار تھا..... جبل فاران میں، جبل حرا میں، جبل نور میں اس پیکر نورانی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کی نامعلوم کتنی راتیں یہاں گزاریں..... لیکن آج ان راتوں کے شباب کا دن ہے..... روح القدس جلوہ گر ہیں اور سامنے محبوب کبریا ہیں:

اقرا..... پڑھیے۔ (۱۰)

آپ فرماتے ہیں:

میں پڑھا ہوا نہیں

پھر جب روح القدس نے آخری بار بغل گیر کرکے عرض کیا:

اقرا باسم ربک الذی خلق o خلق الانسان من علق o اقرا وربک الاکرم o الذین علم بالقلم o علم الانسان مالم یعلم o (۱۱)

ترجمہ: اپنے رب کے نام سے پڑھو، وہ جس نے آدمی کو خون بستہ سے پیدا کیا..... پڑھو کہ تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے..... جس نے قلم سے لکھنا سکھایا..... آدمی کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

رب العالمین کا نام آنا تھا کہ آپ پڑھتے چلے گئے..... پڑھتے چلے گئے اور سارے عالم کو یہ درس دے گئے کہ علم ودانش کی بات کرو تو اس کو نہ بھلا دینا جس نے تم کو بنایا اور سنوارا..... جس نے اس کو بھلا دیا، اس نے حکمت ودانائی کو خاک میں ملا دیا..... جس رات آپ نے یہ ادب سکھایا وہ ۶۱۰ء کی کوئی رات تھی..... وحی آنے لگی..... مینہ برسنے لگا..... سیلاب امنڈ نے لگا..... ۴۰ سال کی عمر شریف میں وحی کا آغاز ہوا (۱۲) اور ۲۳ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا..... اور ۲۳ سال کے اندر اندر جس کتاب/حکمت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آرزو کی تھی دنیا کے سامنے پیش کردی گئی..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا..... وہ آنے والا کتاب حکمت پڑھ کر سنائے..... کتاب/حکمت کی تعلیم دے اور کتاب حکمت کے چھپے بھید بتائے، حکمت ودانش نورانی سے ان کے دلوں کو جگمگا دیا..... دلوں کو جلا دیا..... آج وہ کتاب حکمت اتر رہی ہے..... آرزوئیں اور تمنائیں ایک ایک کر کے پوری ہو رہی ہیں۔

قرآن حکیم نازل ہوتا جاتا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرم کو لکھواتے جاتے..... کاتبین وحی کی

رب العالمین کا نام آنا تھا کہ آپ پڑھتے چلے گئے..... پڑھتے چلے گئے اور سارے عالم کو یہ درس دے گئے کہ علم ودانش کی بات کرو تو اس کو نہ بھلا دینا جس نے تم کو بنایا اور سنوارا..... جس نے اس کو بھلا دیا، اس نے حکمت ودانائی کو خاک میں ملا دیا..... جس رات آپ نے یہ ادب سکھایا وہ ۶۱۰ء کی کوئی رات تھی..... وحی آنے لگی..... مینہ برسنے لگا..... سیلاب امنڈ نے لگا..... ۴۰ سال کی عمر شریف میں وحی کا آغاز ہوا (۱۲) اور ۲۳ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا..... اور ۲۳ سال کے اندر اندر جس کتاب/حکمت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آرزو کی تھی دنیا کے سامنے پیش کردی گئی

تعداد چالیس سے زیادہ ہے اور ایسے صحابہ کی تعداد ۱۳ کے لگ بھگ ہے جنہوں نے پورا قرآن حکیم لکھ کر محفوظ کیا...... ان میں یہ صحابہ بھی ہیں...... ابی بن کعب، ابوزید، معاذ بن جبل، عبداللہ بن عمر بن عاص، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم (۱۳)

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتابت کراتے ور تلاوت بھی فرماتے...... اللہ اللہ وہ کیا فضا ہوگی...... وہ کیا سماں ہوگا جب زبان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کلام خدا ادا ہو رہا ہوگا!...... آنکھوں سے آنسو ابل رہے تھے...... سینوں سے دل نکل رہے تھے...... جبینوں میں سجدے مچل رہے تھے...... قرآن حکیم نے ان بے قراروں کا یہ نظارہ دکھایا ہے:

اور جب وہ سنتے جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف اترا تو دیکھو کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لیے کہ وہ حق پہچانتے ہیں کہتے ہیں اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔ (۱۴)

ایک اور جگہ فرمایا:

اذا یتلیٰ علیہم یخرون للاذقان سجداo (۱۵)

ترجمہ: جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں

یہ قرآن جلوتوں میں بھی پڑھا جاتا ہے اور خلوتوں میں بھی...... خلوتوں کی طرف قرآن حکیم نے یوں اشارہ فرمایا ہے:

واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن من اٰیٰت اللّٰہ والحکمۃ ط ان اللّٰہ کان لطیفاً خبیراo (۱۶)

اور یاد کرو جو تمہارے گھر میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت بے شک اللہ ہر باریکی جانتا ہے، خبردار ہے۔

گھروں میں ازواج مطہرات بھی پڑھتیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تلاوت فرماتے تھے...... آپ کا معمول تھا نماز عشاء کے بعد باہر سے آنے والے وفود سے ملاقاتیں فرماتے...... اللہ اکبر: چراغ کی روشنی میں چٹائیوں پر بین الاقوامی مسائل طے ہوتے تھے اور امور مملکت حل کیے جاتے تھے! ایک رات دیر سے گھر سے تشریف لائے تو فرمایا آج ایک "حزب" ضرور تلاوت فرماتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ قرآن حکیم لکھوایا بلکہ آپ نے اس کے آداب بھی بیان فرمائے...... آپ نے یہ ارشاد باری سنایا:

قرآن آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ (۱۸)

آپ نے فرمایا:

قرآن کو دیکھ کر پڑھا کرو کہ اس کا اجر بغیر دیکھے پڑھنے سے ایک ہزار درجہ زیادہ ہے۔ (۱۹)

آپ نے فرمایا:

اپنی آوازوں کو قرآن سے مزین کرو۔ (۱۰)

آپ نے فرمایا:

قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔ (۲۱)

آپ نے فرمایا:

اچھی آواز سے پڑھنے والا وہ ہے جب پڑھے تو معلوم ہو کہ خدا سے ڈر رہا ہے۔ (۲۲)

آپ نے فرمایا:

پابندی سے تلاوت کیا کرو کہ یہ تلاوت زمین میں تمہارے لیے نور ہے اور آخرت میں سرمایہ و ذخیرہ۔ (۲۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ وہ آنے والا کتاب پڑھ کر بھی سنائے اور کتاب پڑھنا بھی سکھائے...... حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کو پڑھ کر بھی سنایا کہ بھیجنے والے کا یہی ارشاد تھا:

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک (۲۴)

(ترجمہ) اے رسول جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے اترا ہے اس کو پہنچا دو......

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کا آغاز فرمایا...... آپ کے پاس قرآن مکتوب موجود تھا جس کا ذکر قرآن حکیم نے اس طرح کیا ہے

(ترجمہ) اور کہنے لگے (یہ تو) اگلوں کی کہانیاں ہیں جو انہوں نے لکھ رہی ہیں تو وہ ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن حکیم خود پڑھایا پھر جن صحابہ کو قرآن پڑھایا ان سے فرمایا کہ اب تم دوسروں کو قرآن پڑھاؤ...... جو قبائل مدینہ منورہ آ کر مشرف بہ اسلام ہوتے ان کے ساتھ معلمین قرآن کر دیئے جاتے...... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم والہ وسلم نے ہر قریہ، ہر شہر، ہر قبیلے میں ایک معلم قرآن صحابی مقرر فرمایا جن کا دن رات یہی کام ہوتا کہ وہ قرآن حکیم کی تعلیم دیتے...... جن بستیوں میں اسلام پہنچا وہاں مسجدیں بنائی جاتی جہاں قرآن پڑھا جاتا اور پڑھایا جاتا...... حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں کیا تشریف لائے گویا دبستان کھل گیا...... عہد نبوی میں جہاں جہاں معلمین قرآن کی ضرورت ہوتی وہاں معلمین قرآن بھیج دیے جاتے...... ۴ ہجری میں بنی عامر کے لیے ۷۰ معلمین قرآن بھیجے گئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مناصب اور عہدوں پر تقرری اور ترقی کا دارومدار قرآن کو قرار دیا، جو قرآن کا زیادہ عالم ہوتا اس کو اسی اعتبار سے بڑا عہدہ دیا جاتا...... آپ ﷺ نے فرمایا:۔

تم میں سے بہتر شخص وہ ہے، جس نے قرآن کی تعلیم

> حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر قرآن کے وقار کو اتنا بلند کیا کہ پھر کبھی اتنا بلند نہ ہوا...... آج ہمارا یہ حال ہے کہ قاری قرآن کو خاطر میں نہیں لاتے ہزاروں لاکھوں قاری اور حافظ قرآن معاشی مشکلات کا شکار ہیں اور معاشرے میں ان کا کوئی مقام نہیں، بعض مقام پر ان کو وہ تنخواہیں دی جاتی ہیں جو چپڑاسیوں اور کلرکوں کو ملتی ہیں اور بعض مقامات پر یہ بھی نہیں...... مسلم معاشرے میں قرآن کو پڑھانے والوں کا یہ حال سخت غم ناک والم ناک ہے......

حاصل کی اور دوسروں کو اس کی تعلیم دی۔۔۔۔۔ (۲۶)

ذرا غور تو فرمائیں کہ قرآن کی تعلیم نے صدر اول کے مسلمانوں کو ایسا جہاں باں و جہاں آرا بنایا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔۔۔۔ آج اتنے سارے علوم پڑھ کر بھی ہم وہ مقام حاصل نہ کر سکے اور وہ خوبی پیدا نہ کر سکے۔۔۔۔ قرآن کو بھلا کر ہم نے کچھ نہ پایا سب کچھ کھو دیا۔۔۔۔ کاش ہم سب کچھ بھلا دیتے مگر قرآن کو یاد رکھتے۔۔۔۔ کبھی رسوا نہ ہوتے، ہمیشہ سرفراز رہتے۔۔۔۔ یہ محض خیال نہیں، تاریخی حقیقت ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر قرآن کے وقار کو اتنا بلند کیا کہ پھر کبھی اتنا بلند نہ ہوا۔۔۔۔ آج ہمارا یہ حال ہے کہ قاری قرآن کو خاطر میں نہیں لاتے ہزاروں لاکھوں قاری اور حافظ قرآن معاشی مشکلات کا شکار ہیں اور معاشرے میں ان کا کوئی مقام نہیں، بعض مقام پر ان کو وہ تنخواہیں دی جاتی ہیں جو چپڑاسیوں اور کلرکوں کو ملتی ہیں اور بعض مقامات پر یہ بھی نہیں۔۔۔۔ مسلم معاشرے میں قرآن کو پڑھانے والوں کا یہ حال سخت غم ناک و الم ناک ہے۔۔۔۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

جس کے سینے میں قرآن کا کوئی حصہ نہیں وہ ویران گھر کی مانند ہے۔۔۔۔ (۲۷)

آج کتنے ویران گھر ہمارے اسکولوں میں، کالجوں میں اور یونیورسٹیوں میں ملتے ہیں۔۔۔۔

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے

دشت کو دیکھ کر گھر یاد آیا

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

وہ گھر خیر سے بالکل خالی ہے، جس میں اللہ کی کتاب کا کوئی حصہ نہ ہو اس گھر کی مثال ایسے ویرانے کی سی ہے جس کا کوئی آباد کرنے والا نہ ہو۔۔۔۔ (۲۸)

آج کتنے محل، کتنی کوٹھیاں، کتنے بنگلے، کتنے گھر، کتنی جھونپڑیاں آباد ہوتے ہوئے بھی ویران ہیں۔۔۔۔ اللہ اللہ ہماری آبادیاں بھی ویران ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ عرب قبائل میں قرآن کی تعلیم کو عام کیا بلکہ آپ ﷺ نے شاہان عالم اور قبائلی سرداروں اور امراء سلطنت کے نام خطوط لکھ کر "قرآن" کا پیغام پہنچایا مثلاً

ایتھوپیا کے بادشاہ نجاشی کے نامہ مبارک ارسال فرمایا۔۔۔۔ (۲۹) سلطنت روم کے بادشاہ وہ سلطنت جو نہ صرف یورپ بلکہ شمال مشرق میں ترکستان، روس، جنوب میں شام اسکندریہ، مغرب میں بحیرہ روم میں اندلس تک پھیلی ہوئی تھی اس عظیم سلطنت کے بادشاہ، ہرقل کے نام آپ نے نامہ مبارک ارسال فرمایا اور قرآن کا پیغام پہنچایا۔۔۔۔ (۳۰) ملک فارس کے بادشاہ خسرو پرویز کے نام نامہ مبارک ارسال فرمایا۔۔۔۔ فارس و ایران کی حکومتیں ایشیا کی عظیم الشان طاقت سمجھی جاتی تھیں اور عرب کے اکثر علاقے اس کے زیر نگین تھے۔۔۔۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ ہرمزان کے نام، شاہ یمامہ کے نام شاہان حمیر کے نام، حکام بحرین کے نام، سرداراں نبی کلب اور حضرت موت کے نام۔۔۔۔ نامہ ہائے مبارک ارسال فرمائے اور قرآن کے پیغام کو سارے عالم میں پھیلایا۔۔۔۔ اور دور و نزدیک سب کو حکمت کی تعلیم دی۔

قرآن حکیم اسرار و معارف اور حکمت و دانش کا خزینہ ہے۔۔۔۔ اس کے آنے سے علم و دانش میں بہار آ گئی۔۔۔۔ ظلم و جہل کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔۔۔۔ ہر جدید صحت مند انقلاب کے پیچھے قرآنی تعلیمات جھلکتی نظر آتی ہیں اور علمی انقلاب کا آغاز تو نزول وحی کے آغاز سے ہو چکا تھا۔۔۔۔ دن بدن نئے نئے علوم و فنون نکلے چلے آ رہے ہیں؟۔۔۔۔ یہ کہاں سے آ رہے ہیں؟۔۔۔۔ پہلے کیوں نہیں آئے، اب کیوں آ رہے ہیں؟۔۔۔۔ دنیا تو ہزاروں برس سے قائم ہے۔۔۔۔ یہ کسی نے پردہ اٹھایا۔۔۔۔ یہ کس نے جلوہ دکھایا۔۔۔۔ سنیے سنیے قرآن کیا کہہ رہا ہے۔

(ترجمہ) ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

اور فرمایا

(ترجمہ) اور ہم نے تم پر قرآن اتارا، ہر چیز کا روشن بیان، مسلمانوں کے لیے ہدایت و رحمت اور بشارت

اور فرمایا:۔

(ترجمہ) اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں سب کچھ بیان کر دیا گیا ہے۔۔۔۔ نظر نظر کی بات ہے۔۔۔۔ کسی کو الفاظ و حروف نظر آتے ہیں، کسی کو معانی اور کسی کو اسرار و معارف کا ایک دریا امنڈتا نظر آتا ہے۔۔۔۔ قاضی ابو بکر بن عربی لکھتے ہیں۔

قرآن کریم میں ۷۷ ہزار ۴ سو ۵ علوم ہیں۔۔۔۔

ابتدائی صدیوں میں قرآن کا اتنا چرچا تھا کہ ایک ایک طالب علم علوم قرآنیہ پر سو سو کتابیں پڑھتا اور سماعت کرتا۔۔۔۔ بلاشبہ قرآن کریم میں ایسے ایسے نکات اور اسرار و معارف ہیں جس سے جدید دور کے ماہرین بغیر کوشش و محنت اور تجربوں کے کلفتوں کے بہت سے حقائق معلوم کر سکتے ہیں اور کئے ہیں۔۔۔۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قرآن کی تعلیم دی جس کے اندر نہ معلوم کتنی صدیوں کے تجربات سمو کر رکھ دیئے گئے ہیں۔۔۔۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:۔

صد جہان تازہ در آیات اوست

عصر ہا پیچیدہ در آیات اوست

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی قرآن میں وہ کچھ دکھایا جو دوسروں کو نظر نہ آیا آپ نے دیکھا بھی اور دکھایا بھی۔۔۔۔ خود باخبر تھے ہمیں باخبر رکھا اور ایک ایسی

قرآن کریم میں ۷۷ ہزار ۴ سو ۵ علوم ہیں۔۔۔۔ ابتدائی صدیوں میں قرآن کا اتنا چرچا تھا کہ ایک ایک طالب علم علوم قرآنیہ پر سو سو کتابیں پڑھتا اور سماعت کرتا۔۔۔۔ بلاشبہ قرآن کریم میں ایسے ایسے نکات اور اسرار و معارف ہیں جس سے جدید دور کے ماہرین بغیر کوشش و محنت اور تجربوں کے کلفتوں کے بہت سے حقائق معلوم کر سکتے ہیں اور کئے ہیں۔۔۔۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قرآن کی تعلیم دی جس کے اندر نہ معلوم کتنی صدیوں کے تجربات سمو کر رکھ دیئے گئے ہیں۔۔۔۔

کتاب حکمت دی جس کے رازہائے پنہاں روز بروز کھلتے چلے جاتے ہیں ...... ریاضیات والے ریاضیات کے عجائبات دیکھ رہے ہیں ...... فلکیات والے فلکیات کے عجائبات دیکھ رہے ہیں ...... طبیعات والے طبیعات کے عجائبات دیکھ رہے ہیں قرآن کیا ہے مجموعہ عجائبات ہے۔ جو اس طرف آتا ہی خالی ہاتھ نہیں جاتا بلکہ یہاں عالم یہ ہے ...... ع

مجبور یک نظر آ، مختار صد نظر جا

قرآن کی ایک ایک آیات میں دانش وحکمت کے سینکڑوں جہاں پنہاں ہیں ...... نیک و بد کی اس دنیا میں، خیر وشر کے اس عالم میں ہم قطعی طور پر یہ نہیں جان سکتے کہ کون سی بات اور کونسا عمل مفید ہے اور کونسا عمل مہلک، کونسا عمل ہم کو پستی کی طرف لے جانے والا ہے اور کونسا عمل ہلاک کرنے والا ہے ...... ہم کو ایسے ذریعے کی جستجو ہیجو برق رفتاری کی ساتھ منزل تک پہنچا دے کہ عمر بے مایہ تو پائدار ہی نہیں ...... ایک شرر ہے، ایک چنگاری ہے ...... تجربوں کے لیے کہاں سے عمریں لائیں؟ روز زندگیاں گنوائیں ......

بلاشبہ یہ وحی ہے جو زندگی کی آواز بن کر اس مشکل مرحلے پر ہم کو سہارا دیتی ہے اور ہماری دست گیری فرماتی ہے ...... بھٹکنے والوں کو راہ پر لگاتی ہے ...... یہ ایک روشنی ہے جو تجربوں کے ذریعے منزل تک پہنچنے والوں کو بغیر محنت وکلفت کے منزل تک پہنچا دیتی ہے ...... اور مختصر زندگی میں وہ کچھ بتا دیتی ہے جو صدیوں میں بھی ہم نہ پاسکیں ...... قرآن کہتا ہے:۔

(ترجمہ) وہی ہے جو اپنے بندے پر روشن آیتیں اتارتا ہے تاکہ تمھیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روشنیاں لے کر آئے ...... نہیں نہیں خود روشنی بن کر آئے ایک ایسی تیز روشنی جو مستقبل کے دھندلکوں میں اسی طرح دکھائی دیتی ہے جیسے بالکل سامنے ہو ...... کیوں نہ ہو؟

(ترجمہ) اب وحی فرمائی اپنی بندے کو جو وحی فرمائی۔

اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں اسرار و معارف کے جو خزانے چھپائے تم کو کیا بتائیں؟ ......

احادیث کے مطالعہ سے مستقبل کا ایک نیا جہاں سامنے آتا ہے آپ نے وہ وہ باتیں بتادیں جو آج ہم دیکھ رہے ہیں سن رہے ہیں اور محسوس کر رہے ہیں ...... سنئے سنئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرمارہے ہیں:۔

1 ...... زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہوجائے گا تو سال مہینہ کی طرح ہوجائے گا اور مہینہ ایک ہفتہ کی طرح اور ایک ہفتہ ایک دن کے برابر اور ایک دن ایک ساعت کی طرح اور ایک ساعت آگ کی چنگاری کی طرح ......

2 ...... تجارت عام ہوجائے گی اور کوئی شخص خرید و فروخت کرے گا تو کہے گا پہلے میں فلاں جگہ کے تاجر سے مشورہ کرلوں ......

3 ...... میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے، ان کے سروں پر گانے بج رہے ہوں گے ......

4 ...... موت اچانک آجایا کرے گی، فالج اور حرکت قلب بند ہوجانا عام ہوجائے گا ......

5 ...... فتنے ظاہر ہوں گے اور لوگ عمارتوں میں پھیل جائیں گے ......

6 ...... دین بگڑ جائے گا، سجاوٹ ظاہر ہوگی اور عمارتوں کو معزز بنایا جائے گا، خون بہے گا ......

7 ...... امین خیانت کرے گا اور خائن کو امین بنایا جائے گا ......

8 ...... باتیں رہ جائیں گی عمل ختم ہوجائے گا اور لوگ آپس میں مخلصانہ تعلقات ختم کردیں گے ......

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں باخبر رکھا اور حکمت و دانائی کی وہ تعلیم دی جو قرآن حکیم میں سیلاب کی طرح امنڈ رہی ہے ...... قرآن حکیم کے مطالعہ سے زندگی کے جو حقائق اور اسرار و معارف معلوم ہوتی ہیں ان کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:۔

1 ...... پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ خیر اور نیکی کے آگے شر اور بدی کی طاقت غالب نہیں رہ سکتی خواہ بظاہر وہ کتنی ہی قوی معلوم ہوتی ہو ...... مثلاً جالوت کے مقابلے میں طالوت کی فتح، فرعون کے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصرت وکامیابی، قریش کے مقابلے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح ونصرت وغیرہ وغیرہ ......

2 ...... دوسری بات یہ معلوم ہوتا ہے کہ اشیائے عالم میں خالق عالم کا حکم جاری وساری ہے ...... ہر شے کی تاثیر اس کے حکم سے وابستہ ہے جب وہ حکم دیتا ہے تو تاثیر بدل جاتی ہے ...... مثلاً حضور موسیٰ علیہ السلام کا عصا، نمرود کی آگ۔

جن برگزیدہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ اپنا بنالیتا ہے وہ عام انسانوں سے بہت بلند ہوجاتے ہیں اور ان کو وہ اختیار و اقتدار ملتا ہے جس کا عام انسان تصور بھی نہیں کرسکتا مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پالنے میں بولنا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند کو شق کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا، مٹی کے پرندوں میں جان ڈالنا، حضرت سلیمان علیہ السلام کا چیونٹیوں کی باتیں سننا اور ایک دن میں مشرق ومغرب کا سفر کرنا، چرند، پرند، حیوانات اور ہواؤں پر حکومت کرنا۔

3 ...... تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب وہ قادر قدیر چاہتا ہے تو عام اصول فطرت کے خلاف واقعات ظہور میں آتے ہیں مثلا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت، حضرت مریم علیہا السلام کے لیے درخت کا سبز ہوکر پھل دینا، حضرت مریم علیہا السلام ہی کے لیے بے موسم کے پھل اترنا۔ حضرت عزیر علیہ السلام کا ایک سو برس کے بعد زندہ ہونا، ہزاروں بنی اسرائیل کا ایک نبی کی دعا سے دوبارہ زندہ ہونا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا میں راستہ بن جانا۔

4 ...... چوتھی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر اللہ چاہے تو بغیر واسطے کے براہ راست عطا فرماتا ہے مثلاً بنی اسرائیل کے لیے من وسلوہ، حضرت یونس علیہ السلام کے لیے نئی زندگی، حضرت مریم علیہا السلام کے لیے بے موسم کے پھل، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے آب زمزم۔

5 ...... پانچویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن برگزیدہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ اپنا بنالیتا ہے وہ عام انسانوں

سے بہت بلند ہو جاتے ہیں اور ان کو وہ اختیار و اقتدار ملتا ہے جس کا عام انسان تصور بھی نہیں کر سکتا مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پالنے میں بولنا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند کو شق کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا، مٹی کے پرندوں میں جان ڈالنا، حضرت سلیمان علیہ السلام کا چیونٹیوں کی باتیں سننا اور ایک دن میں مشرق و مغرب کا سفر کرنا، چرند، پرند، حیوانات اور ہواؤں پر حکومت کرنا۔

6۔۔۔۔ چھٹی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں سے جو چیز مس ہو جاتی ہے وہ متبرک و مقدس اور فیض رساں ہو جاتی ہے مثلاً پیر ہن یوسف علیہ السلام، خاک پائے جبریل، تابوت سکینہ اور حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی باقیات صالحات، عمامہ، پیرہن، نعلین وغیرہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نشان قدم ''مقام ابراہیم'' وغیرہ وغیرہ۔

7۔۔۔ ساتویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ برگزیدگان حق دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی مشکل کشا ہوتے ہیں۔۔۔ مثلاً تعمیر بیت المقدس اور حضرت سلیمان علیہ السلام۔

8۔۔۔ آٹھویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر مصائب پر صبر کیا جائے تو انجام کار سرفرازی نصیب ہوتی ہے مثلاً حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ایوب، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت یونس، حضرت یوسف علیہم السلام کے واقعات و حوادث۔

9۔۔۔ نویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ کفران نعمت کرنے والی قومیں غضب الٰہی کا شکار ہوتی ہیں۔۔۔ مثلاً قوم لوط، قوم صالح، قوم عاد و ثمود، قوم نوح وغیرہ۔۔۔

جس قرآن میں یہ حقائق و معارف ہیں اسی میں مکمل دستور حیات ہے جس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل معاشرے کی تشکیل نو ہوئی اور نوع انسان کی انفرادی زندگیاں، خاندانی و شہری زندگیاں اور سیاسی و ملکی زندگی میں ایک عظیم انقلاب آیا۔

انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تشکیل نو کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے وہ حکیمانہ ارکان پیش کیے جس نے قوموں کو مرنے کے بعد زندہ کیا اور ایسا زندہ کیا کہ انہوں نے دوسری مردہ قوموں کو زندہ کیا۔۔۔۔ آپ نے اسلام کے ارکان خمسہ کلمہ توحید، نماز، زکوٰۃ اور حج کی تعلیم دی۔۔۔ کلمہ توحید نے انسانی فکر میں حیرت انگیز انقلاب برپا کیا سارے باطل خداؤں کی نفی نے انسانی فکر و عمل کی تعمیر و تشکیل میں ایک اہم کردار ادا کیا، جس ماحول میں انسان کو باطل خدا نظر آتے تھے اور ہر وقت وہ اپنے ماحول سے ڈرتا سہتا رہتا تھا۔ کلمہ توحید پڑھ کر سارا غبار چھٹ گیا اور انسان نڈر بن گیا اس کے حوصلے بڑھ گئے اس کی ہمتیں بلند ہو گئیں اور فکر و نظر میں ایک ایسی ذات جلوہ گر نظر آنے لگی جس نے موت کو بھی دلربا بنا دیا اور انسان زمین سے آسمان تک بلند ہو گیا، سارے جہاں کا مغلوب غالب ہو گیا۔ بے شک۔۔۔۔

ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

کلمہ توحید نے اگر انسانی فکر میں انقلاب برپا کیا تو نماز نے عملی طور پر اس کی منتشر قوتوں کو یکجا کیا، باطل خداؤں کے آگے جھکنے والا اب صرف ایک اللہ کے آگے جھکنے لگا، اور ہزر سجدوں سے آزاد ہو گیا اور اس پر پہلی مرتبہ یہ راز منکشف ہوا کہ وہ خالق کائنات کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ جس میں نہ معلوم کتنی قوتیں اور امکانات پوشیدہ ہیں جو اگر کام میں لائی جائیں تو انسان ایک مافوق الفطرت طاقت بن کر ابھر سکتا ہے۔

زکوٰۃ میں انسان کی معیشت میں انقلاب برپا کیا اور وہ انسان جو نان شبینہ کا محتاج تھا دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتا تھا اب غنی ہو گیا، دوسروں کو دینے لگا اور اتنا دیا، اتنا دیا کہ لینے والے بھی نہ رہے۔۔۔۔ فقر و مسکینی کی جگہ استغنا نے لے لی۔۔۔۔ حضور انور صلی لله علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ایسا ودداراور باغیرت بنایا جس کی ظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

پ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمایا:۔

وال ذلت ہے اگر چہ والدین ی سے کیوں نہ ہو۔

یسی خود داری کا سبق دینے الے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے ایک پست اور مسکین وم کو اتنا بلند کیا کہ سارا عالم سکا بھکاری بن گیا۔۔۔۔ بے شک مرد مومن۔۔۔۔ کی یہ شان نہیں کہ وہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلائے، وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہے جن کی شان یہ تھی۔۔۔

کونین کا غم، یاد خدا، درد شفاعت
دولت ہی یہی دولت سلطان مدینہ

حج نے مسلمانوں کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کیا اور ان کو اجتماعیت اور بین الاقوامیت کا گر بتایا۔۔۔۔ گھروں میں بند ہونے والے اور شہروں میں محدود رہنے والے انسانوں کو دنیا کی سیر کرائی، سارے عالم کے انسانوں کو ایک مرکز پر جمع کر کے اپنے پیاروں کے آثار دکھائے اور سب کے دل میں اپنی لگن لگائی تاکہ دل و دماغ قوی ہوں اور آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا ہو۔ ارکان حج کیا ہیں یادوں کے چراغ ہیں۔۔۔۔ اپنی تاریخ کو یاد رکھنا زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے۔۔۔۔ اقبال نے خوب کہا ہے۔۔۔۔

ضبط کن تاریخ را زندہ شو
از نفس ہائے رمیدہ پائندہ شو

انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تشکیل نو کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے وہ حکیمانہ ارکان پیش کیے جس نے قوموں کو مرنے کے بعد زندہ کیا اور ایسا زندہ کیا کہ انہوں نے دوسری مردہ قوموں کو زندہ کیا۔۔۔۔ آپ نے اسلام کے ارکان خمسہ کلمہ توحید، نماز، زکوٰۃ اور حج کی تعلیم دی۔۔۔ کلمہ توحید نے انسانی فکر میں حیرت انگیز انقلاب برپا کیا سارے باطل خداؤں کی نفی نے انسانی فکر و عمل کی تعمیر و تشکیل میں ایک اہم کردار ادا کیا، جس ماحول میں انسان کو باطل خدا نظر آتے تھے اور ہر وقت وہ اپنے ماحول سے ڈرتا سہتا رہتا تھا۔ کلمہ توحید پڑھ کر سارا غبار چھٹ گیا اور انسان نڈر بن گیا اس کے حوصلے بڑھ گئے اس کی ہمتیں بلند ہو گئیں اور فکر و نظر میں ایک ایسی ذات جلوہ گر نظر آنے لگی جس نے موت کو بھی دلربا بنا دیا اور انسان زمین سے آسمان تک بلند ہو گیا

یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ بے نقاب ہوگئے

تحقیقاتی رپورٹ

اسلام دشمنوں کی سازشوں نے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا دعوت اسلام تحقیقاتی سیل

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے و، برگزیدہ نبی ہیں کہ جنہیں بہت سی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ جب دنیا میں تشریف لائے تو ہر طرف بت پرستی کا زور تھا۔ پورا معاشرہ بت پرستی کے خول میں لپٹا ہوا تھا۔ آپ کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت سے ایسا منور فرمایا تھا کہ آپ قدرتی طور پر بت پرستی سے نفرت کرتے تھے۔ آپ نے قوم کی اجتماعی گمراہی کے خلاف تن تنہا کلمۂ حق بلند کیا اور بتوں کو پاش پاش کردیا۔ جب بادشاہ وقت نمرود کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آپ نے توحید الٰہی کا نعرہ بلند کیا تو نمرود نے آپ کو آگ میں پھینکنے کا حکم دیا۔

آپ نے آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی نذر ہونا تو قبول کرلیا مگر اللہ کی وحدانیت کا اظہار کرنا نہ چھوڑا۔ شان الٰہی دیکھئے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتوں کو توڑنے کی وجہ سے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں پھینکا گیا تو حکم الٰہی سے وہ آگ آپ کے لئے گل گلزار بن گئی۔

حضرت ابراہیم کی آزمائش کا ایک دور اس وقت شروع ہوا جب خداوند قدوس نے آپ کو یہ حکم دیا کہ اپنے لخت جگر کو راہ خدا میں قربان کردو۔ چنانچہ باپ اور سعادت مند بیٹا حکم الٰہی کے سامنے بخوشی راضی ہوگئے۔ باپ ذبح کرنے کے لئے تو بیٹا ذبح ہونے کے لئے تیار ہوگیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لاڈلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منیٰ کے آخری سرے پر لے گئے اور بیٹے کو حکم دیا کہ لیٹ جاؤ بیٹی نے والد محترم کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے اپنی گردن پیش کردی اور لیٹ گئے۔ آپ نے ہاتھ میں تیز چھری لی اور حکم الٰہی کی تعمیل کے لئے کسی قسم کی تاخیر نہ کی۔ اس سے پہلے کہ آپ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کے حلق پر چھری پھیرتے اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ ادا بہت پسند آئی، اپنی قدرت کاملہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچالیا اور حضرت اسماعیل کی جگہ جنت سے ایک مینڈھا پہنچادیا اور ارشاد فرمایا اے ابراہیم ہم نے تمہاری قربانی کو قبول کرلیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ قربانی کیونکہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر پیش کی تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ کو یہ قربانی اس قدر پسند آئی کہ اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی امت کے لئے ان کی اس قربانی کو ایک سنت کے طور پر قائم کردیا۔ چنانچہ ہر سال کروڑوں مسلمان ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ تک جانوروں کی قربانی کرکے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس عظیم قربانی کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

پیارے مسلمان بھائیو! سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس عظیم الشان قربانی پر ذرا غور فرمائیے کہ آپ نے اپنے بیٹے کی راہ خدا میں قربانی کیوں کی؟ کیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو خون پسند تھا؟ یا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کو گوشت کی ضرورت تھی؟ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قربانی کا حکم ہر صاحب نصاب مسلمان کو دیا۔ قربانی کرنے میں جو راز پوشیدہ ہے آیئے اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

محترم مسلمانو! کائنات میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے۔ انسان کے پاس جو کچھ مال، اسباب ہے اس کا ذاتی نہیں ہے اللہ کا عطا کردہ ہے۔ انسان کے اعضائے بدن، زندگی کی سانسیں اور جان تک پر انسان کا بھی اختیار نہیں۔ ہر شے پر اللہ ہی کا اختیار اور قبضہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے راہ خدا میں جو قربانی پیش کی اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ وہ جان جس کا حقیقی مالک اللہ ہے جب وہ مالک اپنی رضا کے لئے بندہ سے جان طلب کرے تو وہ انسان جس کا اس رب کائنات کے خالق و مالک ہونے پر ایمان ہے وہ اپنی اس جان کو اپنی سعادت سمجھتے ہوئے راہ خدا میں قربان کردے۔ اللہ تعالیٰ کو نہ تو گوشت کی ضرورت ہے اور نہ ہی خون کی بلکہ اللہ تعالیٰ کو قربانی کا وہ جذبہ پسند ہے جو اخلاص کے ساتھ راہ خدا میں قربان کردیا جاتا ہے۔

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جس عظیم الشان جذبہ عمل کی یادگار ہے اگر اس کی حقیقت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور خوشنودی کے لئے تھا۔ حضور (ﷺ) کی امت جو کہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ امت ہے اس امت میں حضرت ابراہیم

علیہ السلام کی قربانی کو ایک سنت کے طور پر نافذ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہر بندہ مومن کا بھی یہی جذبہ ہو کہ راہ خدا میں اگر بیٹے ذبح کرنے کا حکم باقی رہتا تو ہم بھی بخوشی اس حکم کی بجا آوری کرتے۔ ہر باپ کا یہ جذبہ ہو کہ میں ضرور اپنے لخت جگر کو راہ خدا میں قربان کرتا اور ہر بیٹے کا یہ جذبہ ہو کہ میں راہ خدا میں قربان ہونے کے لئے دل و جان سے قربان ہوتا۔

اسلام جو اللہ تعالیٰ کا آخری اور پسندیدہ دین ہے جو قیامت تک انسانوں کی رہنمائی کے لئے نافذ العمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دین کی سلامتی اور بقا چاہتا ہے لہذا جب کبھی اسلام پر کڑا وقت آجائے۔ دشمن اسلام جب اسلام کے سدا بہار چمن کو اجاڑنے لگیں یا جب شمع حق کو بجھایا جانے لگے یا جب پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کی جانے لگے تو اس وقت ایک مرد مومن کا راہ خدا میں اپنا تن من دھن قربان کردینا ہی دراصل قربانی ہے۔ کیونکہ جب اللہ کی رضا اور اسلام کی سربلندی کے لئے اہل ایمان کا خون بہے گا تو یہ گرم اور تازہ لہو پیاسی دھرتی کو سیراب کرکے اسلام کی مرجھائے ہوئے پودے کو حیات نو بخش دے گا۔ اسلام کا یہ شجر جب اس دھرتی پر نشونما پاکر تناور درخت کی صورت اختیار کرے گا تو لوگ کفر کی کڑی دھوپ کی بجائے شجر اسلام کی ٹھنڈی اور عدل وانصاف کی چھاؤں میں سکون کی زندگی گزار سکیں گے۔

تاریخ گواہ ہے جب تک اس دین کی ماننے والے دین حق کی راہوں پر چلتے رہے اور اپنی جان اور مال سے اسلام کے لئے قربانیاں پیش کرتے رہے تو اسلام کے گلشن میں فصل بہار رہی۔ اسلام کی عظمت کے مینار فلک کو چھوتے رہے۔ ساری دنیا میں اپنی شان وشوکت کا دبدبہ قائم ودائم رہا۔ اس کے سدا بہار غنچے کھلتے رہے۔ اسلام کے تناور درخت کے سایہ عافیت میں لوگ عزت کی زندگی گزارتے رہے۔ مگر جیسے ہی اسلام کے ماننے والوں کا اسلام پر مرمٹنے کا جذبہ ختم ہوا، راہ خدا میں قربانی پیش کرنے کا ولولہ ٹھنڈا ہوا، اسلام کی راہوں سے دوری اختیار کی اور عیش وعشرت کو اختیار کیا تو اسلام کے سدا بہار پھول خزاں آلود ہونے لگے۔ اسلام کا چمکتا ہوا مہتاب کو گرہن لگنے لگا۔ دشمن اسلام پر اسلام کی شان وعظمت کا دبدبہ ختم ہونے لگا۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام کو جتنا نقصان خود اس کے

اسلام جو اللہ تعالیٰ کا آخری اور پسندیدہ دین ہے جو قیامت تک انسانوں کی رہنمائی کے لئے نافذ العمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دین کی سلامتی اور بقا چاہتا ہے لہذا جب کبھی اسلام پر کڑا وقت آجائے۔ دشمن اسلام جب اسلام کے سدا بہار چمن کو اجاڑنے لگیں یا جب شمع حق کو بجھا یا جانے لگے یا جب پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کی جانے لگے تو اس وقت ایک مرد مومن کا راہ خدا میں اپنا تن من دھن قربان کردینا ہی دراصل قربانی ہے۔ کیونکہ جب اللہ کی رضا اور اسلام کی سربلندی کے لئے اہل ایمان کا خون بہے گا تو یہ گرم اور تازہ لہو پیاسی دھرتی کو سیراب کرکے اسلام کی مرجھائے ہوئے پودے کو حیات نو بخش دے گا۔ اسلام کا یہ شجر جب اس دھرتی پر نشونما پاکر تناور درخت کی صورت اختیار کرے گا تو لوگ کفر کی کڑی دھوپ کی بجائے شجر اسلام کی ٹھنڈی اور عدل وانصاف کی چھاؤں میں سکون کی زندگی گزار سکیں گے۔

ماننے والوں نے پہنچایا اتنا نقصان اسلام کی بدترین دشمن یہود ونصاریٰ نے بھی شاید نہ پہنچایا ہو۔ آج عالم اسلام کی کمزوری کی وجہ اپنوں کی دین سے دوری جہاد سے غفلت اور عیاشی، فحاشی اور بے حیائی ہے۔ دین حق کے لئے قربانی پیش کرنے کا وہ جذبہ جو ہمارے اسلاف کا دیا ہوا ورثہ تھا آج ہم میں نہیں آخر کیوں؟ اللہ کی راہ میں سر کٹانے اور دشمن اسلام کو گاجر اور مولی کی طرح کاٹ دینے والا ولولہ کہاں گیا۔ اسلام کی سربلندی کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ اور کھولتے ہوئے تیل میں کود جانے والا جذبہ آخر کیسے ٹھنڈا ہوا۔ جذبہ جہاد کی یہ لازوال دولت کہاں کھوگئی۔ آیئے اس حقیقت کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

محترم مسلمانو! آج اسلام دشمن قوتیں طرح طرح کے حربوں سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوششوں میں رات دن مصروف ہیں۔ ان حربوں میں اسلام دشمن قوتوں کا سب سے کامیاب اور مسلمانوں کی بربادی کا سب سے ہلاکت خیز حربہ فتنہ فحاشی اور عریانی ہے۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس جو اسلام کے بدترین دشمن ہیں جو اپنے آلہ کاروں کے ذریعے فحاشی کو عام کردینا چاہتے ہین اور اس کو فروغ دینے کے لئے ذرائع ابلاغ بالخصوص ڈش اینٹینا، وی سی/ آر، ٹی وی، فحش لٹریچر اور فحش اخبارات کو پرزور طریقے سے استعمال کررہے ہیں۔

آج اسلام دشمنوں نے مسلمانوں کو عیش پرست بنانے کے لئے فحاشی کا جال اس طرح بچھادیا ہے کہ کوئی گھر ہی شاید اس سے محفوظ ہو۔ دشمن اسلام امریکہ، برطانیہ اور فرانس یہ جانتے ہیں کہ جب مسلمان عیاش بنجائیں گے تو وہ لامحالہ بزدل بنجائیں گے۔ جب بزدلی ان کے دلوں میں آجائے گی تو وہ جہاد جیسی عظیم نعمت سے محروم ہوجائیں گے۔ اسلام پر اپنی جانیں قربان کردینے کا جذبہ سرد پڑ جائیگا۔ کیونکہ جہاد مسلمانوں کا ایسا ہتھیار ہے جس سی کفار تھرتھر کانپتے ہیں۔ جب تک مسلمانوں کے قلوب میں جذبہ جہاد ہے تو بڑی سے بڑی قوت بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

یہود ونصاریٰ کے اسلام کی خلاف عزائم کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ ایک یہودی نے اپنے بیان میں کہا کہ ''اب پاکستان میں رہنے والے لوگ پہلے جیسے نہیں رہے۔ یہودی تنظیم ''موساد'' ہندو تنظیم ''را'' اور امریکہ کی ''سی آئی اے'' سب مل کر پاکستان کے بچوں کو خراب کررہے ہیں،

گندے لٹریچر سے گندی فلموں سے، ہیروئن سے، تاکہ وہ ماں ہی نہ رہیں جو مجاہد پیدا کرسکیں اور وہ مجاہد ہی نہ ہوں جو ہم سے لڑسکیں، اسرائیلی (یعنی یہودی) سارے عرب پر حکومت کررہے ہیں دیکھا ہم نے عراق اور ایران کو کیسے تباہ کرایا۔"

(ملاحظہ کیجئے کتاب زہر فواحش ص ۳۴)

یہ حقیقت ہے کہ آج اسلام دشمن قوتوں نے مسلمانوں کو عیش پرست بنا کر بزدل بنادیا اور جہاد کا جذبہ ختم کر کے رکھ دیا۔ ہماری اس کمزوری سے انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور آج دشمن اسلام امریکہ، برطانیہ اور فرانس مسلمانوں کے روحانی مراکز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے قرب آپہنچے۔ ان اسلام دشمن قوتوں کا طریقہ واردات ہمیشہ یہ رہا ہے کہ جہاں کہیں کوئی معمولی سا حادثہ پیش آیا اگرچہ وہ انہی کہ پیدا کردہ ہوتو یہ اس کو حل کرنے کے بہانے وہاں کود پڑتے ہیں۔ بظاہر مقصد تو اس ملک کو مصیبت سے نجات دلانا ہوتا ہے مگر درحقیقت یہ کفریہ طاقتیں اس آڑ میں اس ملک اور خطے کے لئے سب سے بڑا خطرہ اور مصیبت بن جاتی ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ 1991 میں جب عراق حکومت نے کویت پر حملہ کیا تو سعودی حکومت نے اسلام دشمن برطانوی، فرانسیسی اور امریکن فوج کو سعودی سرزمین پر آنے اور عراق سے کویت آزاد کرانے کی پیشکش کی۔ انہوں نے اس سنہری موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ سرزمین عرب میں آدھمکے۔

ہر اہل نظر یہ جانتا ہی کہ عرق کویت کا معاملہ دو اسلامی اور پڑوسی ملکوں کا معاملہ تھا۔ عرق نے کویت پر چڑھائی کر کے ظلم کیا یا کویت نے عراق کے تیل کے ذخیروں پر قبضہ کیا۔ یہ دو اسلامی ملکوں کا معاملہ تھا جسے پچاس اسلامی ملکوں کی عالمی برادری حل کرسکتی تھی مگر بدنصیبی سے ایسا نہیں ہوا بلکہ مسئلے کے حل کے لئے یہودیوں اور عیسائیوں کو مدد کے لئے طلب کیا گیا اور امریکہ اپنے حواریوں کے ہمراہ اس سرزمین پر موقع غنیمت سمجھتے ہوئے آپہنچا۔ اسے سعودی حکومت نے آنے کی دعوت دی۔ آخر کیوں؟ کیا وہ سعودی حکومت اور حرمین شریفین کا صحیح محافظ تھا؟ امریکہ، برطانیہ، فرانس آخر اس سرزمین پر کیوں آئے؟

انہیں اس دھرتی سے آکر اس قدر دلچسپی کیوں تھی؟ اس حقیقت کو جاننے کے لئے ہمیں تاریخ کے آئینے میں جھانکنا ہوگا۔ تاریخ کا مطالعہ کئے بغیر اس حقیقت کو جاننا مشکل ہوگا۔

تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام کی ابتدائی صدیاں اپنی تہذیب، ثقافت اور علوم کے لحاظ سے شاندار اور ناقابل فراموش حیثیت رکھتی ہیں۔ سرزمین عرب میں بغداد اور سرزمین یورپ میں اسپین دنیائے علم وفن میں سورج اور چاند کی طرح درخشاں تھے علوم سائنس کے اصل بانی مسلمان ہی تھے۔ جابر بن حیان (806ء) محمد بن موسیٰ الخوارزمی (850ء) ربان الطبری (860ء) اسحاق الکندی (837ء) ثابت بن قرہ (901ء) محمد بن جریر الطبری (923ء) محمد بن زکریا الرازی (925ء) علی المسعودی (956ء) ابن سینا (1058ء) البیرونی (1058ء) عمر خیام (1020ء) اور دیگر یہ وہ مسلمان سائنسدان تھے کہ جن کے سائنسی علوم سے اہل دنیا استفادہ حاصل کررہی ہے اور آج کی ترقی یافتہ دنیا مسلمان سائنسدانوں ہی کی کاوشوں کا ثمر ہے۔

اسلامی [illegible] اسرزمین [illegible] سے [illegible] صدو [illegible] سرزمین [illegible] تھا تو ادھر مغرب [illegible] اندلس اور [illegible] کے [illegible] بھی [illegible] لئے لہرا رہا تھا اور [illegible] سے سمیٹ کر اس شمالی خطہ میں محصور کر دیا تھا جہاں وحشی اور جنگلی قومیں آباد تھیں جسے آج یورپ کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔

طلوع اسلام سے قبل پورا یورپ تاریکی اور جہالت کی اتھاہ کھائی میں گرچکا تھا۔ جہالت اور بربریت کے گھنے بادل پورے یورپ پر چھائے ہوئے تھے وہاں بسنے والی قومیں وحشی اور جنگلی تھیں جن کا نہ کوئی دین تھا اور نہ ہی کوئی مذہب، ترقی کے میدان میں یہ بالکل پیچھے تھے جہالت کے یہ گھنے بادل سولہویں صدی عیسویں تک چھائے رہے مسلسل پانچ صدیوں تک مسلمانوں کے ہاتھوں محصور ہونے والی یہ قوم اسلام کو زیر کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتی رہی۔ لیکن ہر سمت انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ حتیٰ کہ 1453ء بمطابق ۸۵۷ھ عیسائیوں کا پایہ تخت قسطنطنیہ بھی عیسائیوں کے ہاتھوں سے نکل کر مسلمانوں کے ہاتھوں میں آگیا۔ اس عظیم الشان کامیابی سے مسیحی دنیا میں گویا ایک

تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام کی ابتدائی صدیاں اپنی تہذیب، ثقافت اور علوم کے لحاظ سے شاندار اور ناقابل فراموش حیثیت رکھتی ہیں۔ سرزمین عرب میں بغداد اور سرزمین یورپ میں اسپین دنیائے علم وفن میں سورج اور چاند کی طرح درخشاں تھے علوم سائنس کے اصل بانی مسلمان ہی تھے۔ جابر بن حیان (806ء) محمد بن موسیٰ الخوارزمی (850ء) ربان الطبری (860ء) اسحاق الکندی (837ء) ثابت بن قرہ (901ء) محمد بن جریر الطبری (923ء) محمد بن زکریا الرازی (925ء) علی المسعودی (956ء) ابن سینا (1058ء) البیرونی (1058ء) عمر خیام (1020ء) اور دیگر یہ وہ مسلمان سائنسدان تھے کہ جن کے سائنسی علوم سے اہل دنیا استفادہ حاصل کررہی ہے اور آج کی ترقی یافتہ دنیا مسلمان سائنسدانوں ہی کی کاوشوں کا ثمر ہے۔

زلزلہ آ گیا کیونکہ اندلس اور شمالی افریقہ میں صدیوں پہلے سے چرچ اور کلیسا کی حکمرانی چلی آ رہی تھی لیکن مسلمانوں کی آمد کے بعد صرف آٹھ سال کی مدت میں مسیحی حکمرانی کی فلک بوس عمارت اس وسیع وعریض خطہ میں زمین بوس کردی گئی اور ان کی تمام تر شان وشوکت بڑی آسانی سے خاک وخون میں ملادی گئی۔ پوری عیسائی قوم اسلام کی آغوش میں آنا شروع ہوگئی جس سے اسلام کو ایک فائدہ یہ ہوا کہ سارے کے سارے نومسلم دین اسلام کے سپاہی بن کر یہودونصاریٰ سے ٹکراگئے اور اسسے بھی عجیب وغریب یہ معاملہ پیش آیا کہ عربوں کی ہر چیز کودل سے لگالیا۔حتیٰ کہ اپنی مادری زبان کو چھوڑ کر عربی زبان کو اپنی زبان بنالیا اس کے برعکس عیسائی قوم اپنی متاع گمشدہ کی تلاش میں جدوجہد کرتی رہی اور ہمیشہ اس کوشش میں رہی کہ ذراموقع ملے تو دوبارہ اپنی حکومتوں کو اپنے قبضہ میں لے لے۔لیکن ان کی یہ تمام تر کوششیں ناکام ہوجاتیں ان کا اسلحہ کام آتا نہ کوئی تدبیر چلتی۔بلکہ اللہ تعالیٰ کا کرم کچھ ایسا ہوا کہ ان کے پیروکار دن بدن اسلام میں داخل ہوتے گئے۔اسلام کے سحر جلال سے کلیسا کے پادری اور مملکت کے حکمران تک گھائل ہوگئے۔قریب تھا کہ ناکامی اور ناامیدی مسیحیت کے دل ودماغ کو مفلوج کردے انہیں کوئی تدبیر سوجھ نہیں رہی تھی کہ اسلام کی گرفت سے کیسے چھٹکارا حاصل ہو۔مردغازی سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنے دورحکومت میں عیسائیوں کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی اور بیت المقدس کو ان کے قبضے سے آزاد کرایا۔عالم اسلام کی اس روشن اور سحر انگیز تہذیب و تمدن اور کامیابی وترقی کے وسائل کو دیکھ کر حریص یہود و نصاریٰ کے منہ میں پانی آتا ان وسائل پر قبضہ کرنے کے لئے انہوں نے دوسوسال تک صلیبی جنگیں کیں مگر ناکام رہے آخر کار انہیں اپنی ناکامی اور عالم اسلام کی کامیابی کے متعلق یقین ہوگیا کہ عالم اسلام ایک ایسا آہنی قلعہ ہے جس پر چڑھائی کرکے غلبہ حاصل کرنا ناممکن اور محال ہے اب مزید اس کے لئے سر کھپانا اپنے آپ کو فنا کرنا ہے۔البتہ مسلمانوں کو سازشوں کے ذریعہ ختم کیا جاسکتا ہے۔چنانچہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے عیسائیوں نے بنیادی طور پر جوحربے استعمال کئے ان میں پہلاحربہ یہ تھا کہ مالی قوت کے ذریعہ ضمیر فروش مسلمانوں کو خریدا جائے اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کو فرقوں میں بانٹ دیا جائے۔دوسراحربہ یہ

صرف آٹھ سال کی مدت میں مسیحی حکمرانی کی فلک بوس عمارت اس وسیع وعریض خطہ میں زمین بوس کردی گئی اور ان کی تمام تر شان وشوکت بڑی آسانی سے خاک وخون میں ملادی گئی۔ پوری عیسائی قوم اسلام کی آغوش میں آنا شروع ہوگئی جس سے اسلام کو ایک فائدہ یہ ہوا کہ سارے کے سارے نومسلم دین اسلام کے سپاہی بن کر یہودو نصاریٰ سے ٹکراگئے اور اسسے بھی عجیب وغریب یہ معاملہ پیش آیا کہ عربوں کی ہرچیز کو دل سے لگالیا۔حتیٰ کہ اپنی مادری زبان کو چھوڑ کر عربی زبان کو اپنی زبان بنالیا اس کے برعکس عیسائی قوم اپنی متاع گمشدہ کی تلاش میں جدوجہد کرتی رہی اور ہمیشہ اس کوشش میں رہی کہ ذراموقع ملے تو دوبارہ اپنی حکومتوں کو اپنے قبضہ میں لے لے۔لیکن ان کی یہ تمام تر کوششیں ناکام ہوجاتیں ان کا اسلحہ کام آتا نہ کوئی تدبیر چلتی۔بلکہ اللّٰہ تعالیٰ کا کرم کچھ ایسا ہوا کہ ان کے پیروکار دن بدن اسلام میں داخل ہوتے گئے۔اسلام کے سحر جلال سے کلیسا کے پادری اور مملکت کے حکمران تک گھائل ہوگئے۔

تھا کہ مسلمانوں کو عیش پرست بنا کر ان کے دلوں سے جذبہ جہاد ختم کردیا جائے۔یہود ونصاریٰ جو اسلام کے بدترین دشمن ہیں ان کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشا گرامی ہے۔

یاایھا الذین امنو لاتتخذوا الیھود والنصری

ترجمہ :اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ(پارہ ۶ رکوع ۱۳ آیت ۵۱)

آیت کریمہ سے بھی واضح ہوچکا ہے کہ یہود ونصاریٰ اہل اسلام کے دوست ہرگز نہیں بلکہ یہ اسلام کے ازلی اور بدترین دشمن ہیں۔چنانچہ اس اسلام دشمن قوم نے مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال بچھا دیا یہی وہ دشمن اسلام ہیں جنھوں نے دنیا بھر کے بکھرے ہوئے یہودیوں کو اسلام دشمنی کی خاطر مشرق وسطیٰ میں جمع کیا اور اسرائیل کی داغبیل ڈالی۔برصغیر میں قادیانی مذہب کی بنیاد رکھی،سوڈان میں مہدیت کا فتنہ کھڑا کیا،یوگوسلاویہ میں دہریت کو فروغ دیا۔غرض یہ کہ اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے انہوں نے مذہبی گروہ بندی،نسلی اور لسانی تعصب کے ذریعے انتشار پھیلایا اور مسلمانون کو گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کرکے برابر نقصان پہنچاتے رہے۔سرزمین عرب پر بھی ایک فتنہ برپا کیا۔یہ فتنہ عالم اسلام کے لئے کس قدر خطرناک تھا اور اس سے اسلام کو کتنا نقصان ہوا اس کی تلافی قیامت تک ممکن نہیں۔

آج سے ڈھائی سوسال پہلے اسلام دشمن یہود ونصاریٰ نے ایک نئے اور گھڑے ہوئے نام نہاد اسلامی مذہب کی بنیاد رکھی۔اس مذہب کا بانی کون تھا؟ اور یہ خود ساختہ مذہب آج پوری دنیا میں کس نام سے مشہور ہوا۔اسلام دشمن انگریز نے سرزمین عرب پر نمودار ہونے والے اس من گھڑت مذہب کو کس طرح پروان چڑھایا،قوم وملت کے ایک غدار نے امت رسول کو کسطرح دشمن اسلام کی بھینٹ چڑھایا۔انگریز اس مقدس سرزمین پر اپنے ناپاک قدم جمانے میں کس طرح کامیاب ہوئے یہ ایک ایسی دل ہلادینے والی حقیقت ہے۔جس سے آج کروڑوں مسلمان بے خبر ہیں۔آیئے انتہائی اختصار کے ساتھ آپ بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں نہایت دیانت داری سے اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے

کہ سولہویں صدی عیسوی کے آغاز ہی پر دشمنان اسلام یہود و نصاریٰ نے اپنی گذشتہ ناکامیوں کا بدلہ لینے کا باقاعدہ آغاز کر دیا تھا اور سازشوں کا خطرناک جال بچھایا جس سے امت مسلمہ کو ایسا ناقابل تلافی نقصان ہوا کہ جس کا درد آنے والی نسلیں قیامت تک محسوس کرتی رہیں گی۔ دشمنان اسلام کا سرزمین عرب پر قبضہ کرنے کا منصوبہ نیا نہیں بلکہ تین سو سال پرانا ہے۔ جس کا انکشاف برطانوی جاسوس مسٹر ہمفرے نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ برطانوی اور عیسائی جاسوس مسٹر ہمفرے کے ان انکشافات کو جرمنوں نے دوسری جنگ عظیم کے دوران ایک جرمن رسالے ''اسپیگل'' میں قسط وار شائع کیا پھر ایک لبنانی دانشور نے ان انکشافات کو عربی میں منتقل کیا۔ برطانوی جاسوس مسٹر ہمفرے کے انکشافات کو اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے اس یقین کے ساتھ پیش کرتا ہوں تاکہ آپ کو اس حقیقت کا یقین ہوجائے کہ آج سرزمین عرب پر اپنے ناپاک قدم جمانے کا جو منصوبہ اسلام دشمن امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے بنایا ہے اس کا آغاز آج سے تقریباً ڈھائی سو سال قبل ایک ضمیر فروش عربی شیخ کے ذریعہ ہو چکا تھا۔ ہمفرے کے انکشافات پر مشتمل یہ کتاب ایک اطلاع کے مطابق آج بھی برطانوی میوزیم میں موجود ہے

ہمفرے کا بیان ہے کہ ''ایک دفعہ نوآبادیاتی علاقوں کے وزیر نے لندن کے ایک مشہور پادری اور دیگر 25 مذہبی سربراہوں کے ساتھ ایک اجلاس منعقد کیا جو پورے تین گھنٹے جاری رہا۔

پادری نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا ہم اپنے آپ کو محکم ایمان اور پائیدار صبر سے مزین کریں اور تمام وسائل کو بروئے کار لائیں جو مسلمان خطوں میں عیسائیت کی ترویج کا سبب ہو۔ اگر اس میں ہمیں صدیوں کا عرصہ بھی گزر جائے تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں آباؤ اجداد اپنی اولاد کے لئے بیج بوتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے ہمفرے کے اعترافات ص ۱۵)

ایک دوسرے اجلاس کا حوالہ دیتے ہوئے ہمفرے اعتراف کرتا ہے

شرکاء کا غور و فکر اس بات پر تھا کہ ہم کس طرح مسلمان طاقتوں کو درہم برہم کریں اور ان کے درمیان نفرت کا بیج بوئیں ...... اب وقت آگیا ہی کہ عیسائی مسلمانوں سے اپنا بدلہ چکائیں اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کریں اس وقت سب سے بڑی عیسائی حکومت عظیم برطانیہ کے ہاتھ میں ہے جو دنیا کے طول و عرض میں اپنا سکہ جمائی ہوئے ہے اور اب وہ چاہتا ہے کہ اسلامی مملکتوں سے نبرد آزمائی کا پرچم بھی اسی کے ہاتھ میں ہو۔ (ملاحظہ کیجئے ہمفرے کے اعترافات ص ۱۵،۱۶،۱۷)

ہمفرے لکھتا ہے کہ 1710ء میں حکومت برطانیہ کی وزارت نے مجھے مصر، عراق، ایران اور عثمانی خلافت کی مرکز استنبول کی جاسوسی پر مامور کیا۔ مجھے ان علاقوں میں وہ راہیں تلاش کرنی تھیں جن سے مسلمانوں کو درہم برہم کر کے مسلم ممالک میں سامراجی نظام رائج کیا جاسکے۔ میرے ساتھ نو بہترین تجربہ کار جاسوس اسلامی ممالک میں اس کام پر مامور تھے۔ آبادی کے وزیر نے روانہ کرتے ہوئے کہا تھا ''تمہاری کامیابی ہمارے ملک کے مستقبل کا آئینہ دار ہوگی لہذا اپنی تمام قوتوں کو بروئے کار لاؤ تاکہ کامیابی تمہارے قدم چومے۔ (ملاحظہ ہو ہمفرے کے اعتراف ص 18)

مسٹر ہمفرے کا بیان ہے کہ ''میں خوشی خوشی بحری جہاز کے ذریعہ استنبول روانہ ہوا۔ میرے ذمہ دواہم کام تھے۔ پہلے ترکی زبان پر عبور حاصل کرنا جو کہ ان دنوں وہاں کی قومی زبان تھی۔ اس کے بعد مجھے عربی زبان، قرآن اور اس کی تفسیر اور پھر فارسی سیکھنا تھی۔ مجھے یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ میں ان زبانوں میں ایسی مہارت حاصل کروں کہ مجھ میں اور وہاں کے لوگوں میں زبان کے اعتبار سے کوئی فرق محسوس نہ ہو۔ تاکہ کوئی میرے ترک، ایرانی یا عرب ہونے پر شک نہ کرے۔ کئی ماہ کے سفر کے بعد آخر کار ہم عثمانی دار الخلافہ میں پہنچے۔ جہاز سے اترنے سے قبل میں نے اپنے لئے ''محمد'' کا نام تجویز کیا۔ شہر میں داخلہ کے فوراً بعد میری ملاقات ایک اہل سنت کے بوڑھے پیشوا سے ہوئی اس کا نام احمد آفندی تھا وہ رسول خدا ﷺ کو انسانیت کا مظہر کام سمجھتا تھا۔ اس پہلی ملاقات میں ہی شیخ نے اپنے اعلیٰ فضائل کی بنیاد پر مجھے اپنا گرویدہ بنالیا تھا میں نے شیخ سے کہا ''اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ سے عربی زبان اور قرآن مجید سیکھنے کا خواہشمند ہوں شیخ نے میری ہمت افزائی کی اور میری خواہش کا استقبال کیا۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب ہمفرے کے اعترافات ص ۲۳)

ہمفرے کا بیان ہے کہ ''استنبول میں دو سال کی

مسٹر ہمفرے کا بیان ہے کہ ''میں خوشی خوشی بحری جہاز کے ذریعہ استنبول روانہ ہوا۔ میرے ذمہ دواہم کام تھے۔ پہلے ترکی زبان پر عبور حاصل کرنا جو کہ ان دنوں وہاں کی قومی زبان تھی۔ اس کے بعد مجھے عربی زبان، قرآن اور اس کی تفسیر اور پھر فارسی سیکھنا تھی۔ مجھے یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ میں ان زبانوں میں ایسی مہارت حاصل کروں کہ مجھ میں اور وہاں کے لوگوں میں زبان کے اعتبار سے کوئی فرق محسوس نہ ہو۔ تاکہ کوئی میرے ترک، ایرانی یا عرب ہونے پر شک نہ کرے۔ کئی ماہ کے سفر کے بعد آخر کار ہم عثمانی دار الخلافہ میں پہنچے۔ جہاز سے اترنے سے قبل میں نے اپنے لئے ''محمد'' کا نام تجویز کیا۔ شہر میں داخلہ کے فوراً بعد میری ملاقات ایک اہل سنت کے بوڑھے پیشوا سے ہوئی اس کا نام احمد آفندی تھا وہ رسول خدا ﷺ کو انسانیت کا مظہر کام سمجھتا تھا۔ اس پہلی ملاقات میں ہی شیخ نے اپنے اعلیٰ فضائل کی بنیاد پر مجھے اپنا گرویدہ بنالیا تھا

رہائش کے دوران مجھے عثمانی حکومت کے حالات پر ہر ماہ ایک رپورٹ لندن بھیجنی پڑتی تھی، ہمفرے کا کہنا ہے کہ دو سال کے بعد جب میں لندن دوبارہ گیا تو وزارت سیکریٹری نے پوری تفصیل پوچھی تو میں نے کہا کہ ''میں نے ترکی، عربی تجوید قرآن اور اسلامی شریعت میں سب سے زیادہ دسترس حاصل کی تھی۔ ان دو سالوں میں میرے لئے ان دو زبانوں کو سیکھنا، تفسیر قرآن اور اسلامی شریعت سے آشنائی زیادہ اہمیت کی حامل تھی۔ دوسرے امور پر توجہ دینے کے لئے میرے پاس وقت نہیں تھا اگر آپ بھروسہ کریں تو میں یہ کسر آئندہ سفر میں پوری کردوں گا۔ (ملاحظہ کیجئے ہمفرے کے اعترافات ص ۳۲)

ہمفرے کا بیان ہے کہ وزارت سیکریٹری نے آئندہ کا پروگرام دیتے ہوئے کہا کہ ''مسلمانوں کی ان کمزوریوں کی نشاندہی کرو جو ہمیں ان تک پہنچنے اور ان کے درمیان پھوٹ ڈالنے میں کامیابی فراہم کرے۔ ان کی کمزوریوں کو جان لینے کے بعد تمہارا دوسرا کام ان میں پھوٹ ڈالنا ہے اس کام میں پوری قوت صرف کرنیکے بعد تمہیں یہ اطمینان ہوجانا چاہئے کہ تمہارا شمار صف اول کے انگریز جاسوس میں ہونے لگا ہے۔ (ملاحظہ کیجئے ہمفرے کے اعترافات ص ۳۳)

ہمفرے لندن میں ایک سال گزارنے کے بعد پھر اپنے مشن پر روانہ ہوتا ہے اور بصرہ پہنچ جاتا ہے۔ وہاں ایک ترکھان کی دکان پر ملازمت کرتا ہے دکان کا مالک عبدالرضا شیعہ تھا اور خراسان کا رہنے والا تھا۔ ہمفرے نے اس سے فارسی سیکھی۔ ہمفرے کا بیان ہے ان دنوں میری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو ترکی، فارسی اور عربی زبانوں میں گفتگو کرتا تھا۔ وہ دینی طالب علموں کا لباس پہنتا تھا اس کا نام محمد بن عبدالوہاب تھا وہ ایک اونچا اڑنے والا، ایک جاہ طلب اور نہایت غصیلا انسان تھا۔ اس کا ذہن شیعہ سنی تعصبات سے پاک تھا۔ یہ شخص قرآن و حدیث کا اچھا مطالعہ رکھتا تھا محمد بن عبدالوہاب سے میل جول اور ملاقاتوں کے ایک سلسلہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ برطانوی حکومت کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ شخص بہت مناسب دکھائی دیتا ہے۔ اس کی اونچا اڑنے کے خواہش، جاہ طلبی، غرور، علماء و مشائخ اسلام سے اس کی دشمنی اور اس حد تک خودسری کہ خلفائے راشدین بھی اس کی تنقید کا نشانہ بنیں اور حقیقت کے سراسر خلاف قرآن و حدیث سے

ہمفرے کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ اس کو یہ آس دلاتا رہتا تھا کہ ایک تابناک مستقبل تمہاری انتظار میں ہے۔ ایک دن میں نے اس سے اپنا ایک جھوٹا خواب بیان کیا اور کہا رات میں نے جناب ختمی مرتبت ﷺ کو بالکل اسی سراپا کے ساتھ کرسی پر بیٹھے دیکھا جیسے ذاکرین اور واعظین منبروں پر بیان کرتے ہیں۔ بڑے بڑے علماء اور بزرگان دین نے جن سے میری واقفیت نہ تھی چاروں طرف سے حضور کو گھیر رکھا تھا ایسے میں میں نے دیکھا کہ اچانک تم اس مجمع میں داخل ہوگئے۔ تمہارے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ جب تم رسالت مآب ﷺ کے سامنے پہنچے تو انہوں نے کھڑے ہوکر تمہاری تعظیم کی اور ماتھا چوما اور کہا اے میرے ہمنام محمد تم میرے علم کے وارث ہو اور مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی امور کو سنوارنے میں میرے جانشین ہو۔

استفادہ اس کی کمزوریاں تھیں جس سے بڑی آسانی سے فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا۔ میں نے سوچا کہاں یہ مغرور نوجوان اور کہاں وہ استنبول کا ترک بوڑھا آدمی (احمد آفندی) جس کے افکار و نظریات گویا ایک ہزار سال پہلے افراد کی تصویر کشی کرتے تھے اس نے اپنے اندر ذرا بھی تبدیلی پیدا نہیں کی۔ وہ بوڑھا حضرت امام حنیفہ کا نام زبان پر لانے سے پہلے اٹھ کرتا تھا یا صحیح بخاری کا مطالعہ وضو کے بغیر نہیں کرتا تھا اور اس کے بالکل برعکس شیخ محمد بن عبدالوہاب ابوحنیفہ کی تحقیر کرتا انہیں ناقابل اعتبار سمجھتا۔ ہمفرے کا کہنا ہے کہ ''میں نے محمد بن عبدالوہاب سے بہت گہرے تعلقات قائم کرلئے اور ہماری دوستی میں ناقابل جدائی استحکام پیدا ہوگیا۔ میں بار بار اس کے کانوں میں یہ رس گھولتا تھا کہ خدا نے تمہیں حضرت علی اور حضرت عمر سے کہیں زیادہ صاحب استعداد بنایا ہے اور تمہیں بڑی فضیلت اور بزرگی بخشی ہے۔ اگر تم حضور ﷺ کے زمانے میں ہوتے تو یقیناً ان کی جانشینی کا شرف تمہیں ہی ملتا۔

ہمفرے کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ پرامید لہجے میں اس سے کہتا ''میں چاہتا ہوں کہ اسلام میں جس انقلاب کو رونما ہونا ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں سے انجام پذیر ہو اس لئے کہ تم ہی وہ شخصیت ہو جو اسلام کو زوال سے بچا سکتے ہو اس سلسلے میں سب کی امیدیں تم سے وابستہ ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے ہمفرے کے اعترافات ص ۵۱۔۵۲)

ہمفرے کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ اس کو یہ آس دلاتا رہتا تھا کہ ایک تابناک مستقبل تمہاری انتظار میں ہے۔ ایک دن میں نے اس سے اپنا ایک جھوٹا خواب بیان کیا اور کہا رات میں نے جناب ختمی مرتبت ﷺ کو بالکل اسی سراپا کے ساتھ کرسی پر بیٹھے دیکھا جیسے ذاکرین اور واعظین منبروں پر بیان کرتے ہیں۔ بڑے بڑے علماء اور بزرگان دین نے جن سے میری واقفیت نہ تھی چاروں طرف سے حضور کو گھیر رکھا تھا ایسے میں میں نے دیکھا کہ اچانک تم اس مجمع میں داخل ہوگئے۔ تمہارے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ جب تم رسالت مآب ﷺ کے سامنے پہنچے تو انہوں نے کھڑے ہوکر تمہاری تعظیم کی اور ماتھا چوما اور کہا اے میرے ہمنام محمد تم میرے علم کے وارث ہو اور مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی امور کو سنوارنے میں میرے جانشین ہو۔ یہ سن کر تم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ لوگوں پر اپنے

علم کو ظاہر کرتے ہوئے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا خوف کو اپنے دل میں جگہ نہ دو کیونکہ جو کچھ تم سوچتے ہو اس سے کہیں زیادہ صاحب مرتبہ ہو۔

محمد بن عبدالوہاب نے میرے اس من گھڑت خواب کو سنا تو خوشی سے پھولا نہیں سمایا اور میں نے محسوس کیا کہ خواب کے تذکرے کے ساتھ ہی اسنے اپنے دل میں نئے مذہب کے اعلان کا مصمم ارادہ کرلیا۔ (ملاحظہ کیجئے ص ۶۲-۶۳)

ہمفرے کا کہنا ہے کہ جب دوسری مرتبہ میری لندن میں برطانوی وزارت سیکریٹری سے ملاقات ہوئی تو اس نے مجھے مخاطب کرکے کہا

جن امور کو تمہیں انجام دینا ہے اس میں تم اکیلے نہیں ہو بلکہ تقریباً پانچ ہزار سچے اور کھرے افراد مختلف گروہوں کی صورت میں تمام اسلامی ممالک میں تمہاری مدد کے لئے آمادہ ہیں۔ میں تمہیں یہ خوش خبری دیتا ہوں کہ ہم آئندہ ایک صدی میں اپنی مراد کو پہنچ جائیں گے اور اگر آج ہماری نسل اس کامیابی کو نہ دیکھ سکے تو ہماری اولادیں ضرور یہ اچھے دن دیکھیں گی۔ یہ ضروری ہدایات لینے کے بعد ہمفرے کا کہنا ہے کہ ”میں نے محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ طے کرلیا کہ ہم دونوں بیٹھ کر علماء مفسرین پیشوایان دین ومذہب اور صحابہ کرام سے ہٹ کر نئے افکار کی بنیاد پر قرآن مجید پر گفتگو کریں (ملاحظہ کیجئے ص ۵۲) ہمفرے کا یہ بھی بیان ہے کہ میں اُس کے جنسی عزیزہ کو ابھارنا شروع کیا میں نے اس سے پوچھا کیا تم متعہ کے زریعے اپنی زندگی کو پرمسرت بنانا چاہتے ہو اس کے رضا و رغبت کی علامت سے اپنا سر جھکا لیا اور اس کو لے کر ایک بدقماش نصرانی عورت کے پاس گیا جو حکومت برطانیہ کی طرف سے بصرہ میں عصمت فروشی پر مامور تھی اور مسلم نوجوانوں کو گناہ پر ابھارتی تھی۔ میں نے اس کا عارضی نام صفیہ رکھا مختصر یہ کہ میں باہر اور صفیہ اندر سے ابن عبدالوہاب کو اپنے آئندہ پروگراموں کیلئے تیار کررہے تھے۔ صفیہ نے احکام دین کی پامالی اور آزادی رائے کا پرکیف مزہ ابن عبدالوہاب کو چکھا دیا میں نے صفیہ کو تاکید کی کہ موقع ملتی ہی ابن عبدالوہاب کو نشہ میں چور کردو اور جتنا ہوسکے شراب پلاؤ دوسرے دن صفیہ نے مجھے اطلاع دی کہ اسنے شیخ کے ساتھ خوب جی بھر کر شراب نوشی کی اور رات کی آخری گھڑی میں کئی مرتبہ میں نے اس سے بدکاری کی اور

جن امور کو تمہیں انجام دینا ہے اس میں تم اکیلے نہیں ہو بلکہ تقریباً پانچ ہزار سچے اور کھرے افراد مختلف گروہوں کی صورت میں تمام اسلامی ممالک میں تمہاری مدد کے لئے آمادہ ہیں۔ میں تمہیں یہ خوش خبری دیتا ہوں کہ ہم آئندہ ایک صدی میں اپنی مراد کو پہنچ جائیں گے اور اگر آج ہماری نسل اس کامیابی کو نہ دیکھ سکے تو ہماری اولادیں ضرور یہ اچھے دن دیکھیں گی۔ یہ ضروری ہدایات لینے کے بعد ہمفرے کا کہنا ہے کہ ”میں نے محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ طے کرلیا کہ ہم دونوں بیٹھ کر علماء مفسرین پیشوایان دین ومذہب اور صحابہ کرام سے ہٹ کر نئے افکار کی بنیاد پر قرآن مجید پر گفتگو کریں

اب اس پر نقاہت کا عالم طاری ہے۔ (ملاحظہ کیجئے ہمفرے کے انکشافات ص ۵۷)

ہمفرے کا بیان ہے کہ ”آہستہ آہستہ میں ابن عبدالوہاب کے بدن سے ایمان کا لباس اتارنے میں کامیاب ہوگیا۔ میں نے اس کے قلب و روح میں اتر کر شیعہ سنی فرقوں کے علاوہ ایک تیسرے فرقے کی سربراہی کی پیش کش کو قابل عمل بناتا تھا۔ (دیکھئے ص ۶۰)

ہمفرے کا کہنا ہے کہ میں ہر مہینے کی رپورٹ برطانیہ میں نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کو بھیجتا رہا ایک مرتبہ لندن میں وزارت سیکریٹری نے مجھے لندن طلب کیا اور ایک اہم راز سے پردہ اٹھایا۔ یہ راز وہ قرارداد تھی جو حکومت برطانیہ کے اعلیٰ عہدہداروں نے منظور کی تھی۔ جس کے ذریعہ اسلام اور اہل اسلام کو ایک صدی کے اندر نابود (تباہ) کرنا تھا (ملاحظہ کیجئے ص ۱۱۶)

اس قرارداد کے مطابق اس عرصے کے بعد اسلام ساری دنیا سے رخصت ہو جائیگا اور صرف تاریخ میں اس کا نام باقی رہ جائیگا۔ ہمفرے کا بیان ہے کہ وزارت سیکریٹری نے مجھے ایک کتاب پڑھنے کے لئے دی کتاب کے ایک باب میں مسلمانوں کی قوت اور طاقت کو توڑنے اور انہیں کمزور بنانے کیلئے دیگر اصولوں پر بھی گفتگو کی گئی تھی جو دلچسپی سے خالی نہیں۔

(۱) ایسے افکار کی ترویج جو قومی قبائلی اور نسلی عصبیتوں کو ہوا دیں۔

(۲) شراب خوری، جوئے بازی، بدفعلی، اور شہوت زنی کی ترویج، سور کے گوشت کی استعمال کی ترویج

(۳) قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام کی روشنی میں لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ اہل کتاب کی عبادت گاہیں محترم ہیں ایرانی چرچ اور کلیسا قابل احترام ہیں۔

(۴) مسلمانوں کو عبادت سے روکا جائے خاص طور پر اس نقطہ پر زور دیا جائے کہ خدا بندوں کی عبادت سے بے نیاز ہے اور حج ایک بے ہودہ عمل قرار دیا جائے۔

(۵) عورتوں کی بے پردگی کے بارے میں سعی بلیغ کی ضرورت ہے تاکہ عورتیں خود بخود پردہ چھوڑنے کی آرزو کریں۔ ضروری ہے کہ غیر مسلم عورتیں پوری بے پردگی کے ساتھ اپنے آپ کو مسلم معاشرے میں پیش کریں تاکہ مسلمان عورتیں انہیں دیکھ کر ان کی تقلید کریں۔

(۶) مختلف دلائل سے یہ ثابت کیا جائے کہ قبروں کو اہمیت دینا اور ان کی آرائش پر توجہ دینا بدعیت اور خلاف شرع ہے۔ آہستہ آہستہ ان قبرون کو مسمار کر کے لوگوں کو ان کی زیارت سے روکا جائے۔ بقیع کے قبرستان کے سلسلے میں کوشش کرنی چاہئے کہ وہ یکساں ہوجائے (یعنی قبے گرادیئے جائیں) اور تمام ممالک کی زیارت گاہیں (مزارات اولیاء) ویرانوں میں بدل دی جائیں۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب ہمفرے کے انکشافات صفحہ ۱۱۰...... ۱۰۱)

ہمفرے کا یہ کہنا ہے کہ مجھے جو یہ کتاب دی گئی اس کتاب کا نام ''اسلام کو کیوں کر صفحہ ہستی سے مٹایا جائے'' رکھا گیا تھا۔ حکومت برطانیہ کی وزارت آبادیاتی کے سیکریٹری نے اپنی گفتگو کے دوران کہا'' تمہیں شیخ محمد ابن عبدالوہاب کے ساتھ بالکل واضح اور دوٹوک الفاظ میں گفتگو کرنی ہے۔ اسکی حمایت اور تحفظ کا بھرپور انتظام کیا جائے کیونکہ اس کی دعوت کے ظاہر ہوتے ہی ہر طرف سے اسے ختم کرنے کی کوشش کی جائیگی اور خطرناک صورتوں میں اس پر حملے کئے جائیں گے۔ ہمفرے اس سلسلے میں مزید وضاحت کرتا ہے۔ کہ

حکومت برطانیہ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو اسلحے سے اچھی طرح لیس کرنے کے بعد ضرورت کے موقع پر اس کی مدد کی تائید کی تھی اور شیخ ابن عبدالوہاب کی مرضی کیمطابق جزیرہ عرب میں واقع نجد کے قریب علاقے کو اسکی حاکمیت کا پہلا مقام قرار دیا تھا۔ میں نے سیکریٹری سے کہا میری آئندہ ذمہ داری کیا ہوگی؟ سیکریٹری نے جواب دیا تمہارے وظیفے (تنخواہ) کو بڑی وضاحت سے متعین کیا ہے اور وہ ان کاموں کیلئے ہے جسے شیخ ابن عبدالوہاب کو انجام دینا ہے اور وہ امور یہ ہیں۔

(۱) اس کے مذہب میں شمولیت اختیار نہ کرنے والے مسلمانوں کی تکفیر (یعنی کافر قرار دینا) ان کے مال عزت آبرو کی بربادی کو جائز سمجھنا۔

(۲) بت پرستی کے بہانے خانہ کعبہ کا انہدام اور مسلمانوں کو فریضہ حج سے روکنا

(۳) پیغمبر اسلام (حضرت محمد ﷺ) ان کے جانشینوں اور کلی طور پر اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں کی اہانت کا سہارا لے کر اور اسی طرح شرکت کی اور بت پرستی کے آداب و رسوم کو منانے کے بہانے مکہ، مدینہ اور دیگر شہروں میں جہاں تک ہوسکے مسلمانوں کی زیارت گاہوں (مزارات اولیاء) اور مقبروں کا انہدام

(۴) قرآن میں کمی بیشی پر شاید احادیث و روایات کی روشنی میں ایک جدید قرآن کی نشرواشاعت۔

سیکریٹری نے اپنے اس پروگرام کی تشریح کے بعد جسے شیخ ابن عبدالوہاب نے سرانجام دینا تھا اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہیں اس پروگرام کی دشواری تمہیں گھبراہٹ میں مبتلا نہ کردے ہم سب کا فرض ہے کہ اسلام کی تباہی کا سبب اس سرزمین میں بکھیر دیں تاکہ ہماری آئندہ آنے والی نسل (موجودہ امریکہ، برطانیہ، فرانس) اس راہ پر آگے بڑھے اور کسی فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچ سکے (ملاحظہ کیجئے ہمفرے کا اعترافات ص ۱۲۶۔۱۲۴)

ہمفرے کا بیان ہے کہ اس ملاقات کے بعد میں نے سفر کی اجازت مانگی اور گھر والوں کو الوداع کیا۔ بصرہ پہنچا معلوم ہوا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کچھ عرصہ پہلے کسی نامعلوم مقام کی طرف خدا حافظ کہہ کر گیا ہے اور شیخ میرے نام ایک خط بھی دے گیا ہے اس خط میں اس نے اپنا پتہ نجد کا لکھا تھا۔

دوسرے دن میں نجد پہنچا اور شیخ سے اس کے گھر پر ملا۔ میں نے اسے بتایا کہ ابھی دونوں کو ملکر بہت سے امور انجام دینے ہیں چنانچہ اس مقام پر شیخ کی دعوت عام کا سامان فراہم کرنے میں ہمیں دوسال کا عرصہ لگا۔ شیخ ابن عبدالوہاب نجدی مجھے یہ اطمینان دلا چکا تھا کہ وہ نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے پروگرام کو روبہ عمل لانے میں اپنی پوری کوشش کرے گا۔ تاہم اسنے دونکات کے بارے میں خاطر خواہ جواب نہیں دیا ان میں ایک مل کر تصرف حاصل کرنے کے بعد خانہ کعبہ کا نہدام تھا۔ شیخ کے نزدیک یہ ایک بیہودہ اور خطرناک کام تھا کیونکہ اہل اسلام اتنی جلدی اس دعوے کو تسلیم کرنے والے نہیں تھے دوسرا امر جو اسکے بس سے باہر تھا وہ جدید قرآن کی نگارش تھی وہ قرآن کے مقابل نہیں آنا چاہتا تھا۔ علاوہ ازیں محمد بن عبدالوہاب نے جزیرہ عرب میں نئے دین کی اعلان کا حتمی ارادہ کرلیا اور اپنے دوستوں کو اکٹھا کیا جو اس کے ہم خیال تھے۔ ابتدا میں اپنے خاص اصحاب کے دائرہ میں بڑے اختصار کے ساتھ اس دعوت کا آغاز کردیا۔ نجد کے ہر طبقہ، خیال کے افراد کو بڑے پیمانے پر دعوت نامے بھیجے۔ آہستہ آہستہ ہم نے پیسے کے زور پر شیخ کے اطراف اس کے افکار کی حمایت میں ایک بڑا

دوسرے دن میں نجد پہنچا اور شیخ سے اس کے گھر پر ملا۔ میں نے اسے بتایا کہ ابھی دونوں کو ملکر بہت سے امور انجام دینے ہیں چنانچہ اس مقام پر شیخ کی دعوت عام کا سامان فراہم کرنے میں ہمیں دوسال کا عرصہ لگا۔ شیخ ابن عبدالوہاب نجدی مجھے یہ اطمینان دلا چکا تھا کہ وہ نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کے پروگرام کو روبہ عمل لانے میں اپنی پوری کوشش کرے گا۔ تاہم اسنے دونکات کے بارے میں خاطر خواہ جواب نہیں دیا ان میں ایک مل کر تصرف حاصل کرنے کے بعد خانہ کعبہ کانہدام تھا۔ شیخ کے نزدیک یہ ایک بیہودہ اور خطرناک کام تھا کیونکہ اہل اسلام اتنی جلدی اس دعوے کو تسلیم کرنے والے نہیں تھے دوسرا امر جو اسکے بس سے باہر تھا وہ جدید قرآن کی نگارش تھی وہ قرآن کے مقابل نہیں آنا چاہتا تھا۔

مجمع اکٹھا کیا اور انہیں دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کی تلقین کی۔ مسلمانو! یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ اس بڑے اجتماع میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو حکومت برطانیہ نے [illegible] عرب میں پھیلا رکھے تھے جن کی تعداد تقریبا پانچ [illegible] کی [illegible] راجستھان میں [illegible] تھے۔

ہمفرے کا کہنا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کے برسوں بعد جب آبادیاتی پروگرام کامیابی کی منزل طے کرنے لگا تو نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت نے ارادہ کیا کہ اب سیاسی اعتبار سے بھی جزیرہ العرب میں کوئی کام ہونا چاہئے چنانچہ اس نے شیخ نجدی کے ہم خیال محمد بن سعود کو ابن عبدالوہاب کے ساتھ اشتراک عمل پر مامور کر دیا اور اس کام کے لئے محمد بن عبدالوہاب کے پاس ایک خفیہ نمائندہ بھیجا تاکہ وہ اشتراک عمل کی ضرورت پر زور دے اور یہ تاکید کرے کہ دینی امور کے فیصلے کلی طور پر محمد بن عبدالوہاب کی ہاتھ میں ہوں گے اور سیاسی امور کی نگرانی محمد بن سعود کی ہوگی۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب ہمفرے کی اعترافات ص ۱۳۱۔۱۲۷)

ہمفرے اپنی گفتگو کے آخری مرحلے پر یہ بیان دیتا ہے کہ "ان دونوں رہبروں نے نجد کے قریب "درعیہ شہر" کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ برطانیہ کی نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت خفیہ طور پر جی کھول کر ان کی مالی مدد کر رہی تھی۔ دونوں "محمد" اپنے فرائض سے بخوبی واقف تھے اور اپنے اپنے تلے قدموں سے آگے بڑھ رہے تھے۔ اس وقت ہم ان کے ساتھ اپنی دوستی کی معراج پر ہیں۔ مرکزی حکومت (برطانیہ) تمام جزیرہ عرب میں اپنا اثر و نفوذ قائم کرنے میں کامیاب ہو چکی ہے اگر کوئی ناگوار حادثہ رونما ہوا تو بہت جلد اسلامی سرزمینوں پر بکھرے ہوئے یہ بیج تناور درختوں میں تبدیل ہو جائیں گے اور ہمیں ان سے اپنے مطلوبہ پھل حاصل ہوں گے۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب ہمفرے کے اعترافات صفحہ ۱۳۲)

محترم مسلمانو! آپنے ایک انگریز جاسوس مسٹر ہمفرے کی داستان اسی کی زبانی سنی۔ ہمفرے نے اس داستان میں برطانوی حکومت کے مذموم عزائم کو بے نقاب کیا ہے اور یہ بھی واضح کر دیا کہ نوآبادیاتی برطانوی وزارت نے ہمفرے کے ذریعے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو اپنی

ہمفرے کا کہنا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کے برسوں بعد جب آبادیاتی پروگرام کامیابی کی منزل طے کرنے لگا تو نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت نے ارادہ کیا کہ اب سیاسی اعتبار سے بھی جزیرہ العرب میں کوئی کام ہونا چاہئے چنانچہ اس نے شیخ نجدی کے ہم خیال محمد بن سعود کو ابن عبدالوہاب کے ساتھ اشتراك عمل پر مامور کردیا اور اس کام کے لئے محمد بن عبدالوہاب کے پاس ایک خفیہ نمائندہ بھیجا تاکہ وہ اشتراك عمل کی ضرورت پر زور دے اور یہ تاکید کرے کہ دینی امور کے فیصلے کلی طور پر محمد بن عبدالوہاب کی ہاتھ میں ہوں گے اور سیاسی امور کی نگرانی محمد بن سعود کی ہوگی۔

عیاری اور مکاری کے جال میں پھانسا اور بدکاری اور شراب نوشی میں گرفتار کر کے اپنا آلہ کار بنایا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے لوگوں کو جس نئے دین کی دعوت دی وہ برطانوی حکومت کا بنایا ہوا خود ساختہ دین تھا جس پر ابن عبدالوہاب نے اپنے ہم خیال لوگ تیار کئے۔ شیخ نجدی نے اپنے انگریز آقا کی وفاداری کا ہر طرح سے پاس رکھا۔ چنانچہ جس کسی نے اس کے خود ساختہ وہابی مذہب کو قبول کرنے سے انکار کیا ان مسلمانوں کو قتل کر دیا جاتا۔ شیخ نجدی کے غلط عقائد اور اسلام دشمنی پر ان کے بھائی سلیمان بن عبدالوہاب نے ایک کتاب لکھی۔ اس شہرہ آفاق کتاب کا نام "الصواعق الالھیۃ" ہے اس کتاب میں شیخ نجدی کے غلط عقیدے پر بھرپور نکتہ چینی کی گئی ہے۔ جس میں حضور کارصلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا:

اے اللہ ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت فرما۔ صحابہ نے عرض کی حضور ہمارے نجد میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اللہ ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت نازل فرما۔ صحابہ نے عرض کی۔ ہمارے نجد میں۔ آپ نے تیسری بار ارشاد فرمایا وہاں سے زلزلوں اور فتنوں کا ظہور ہوگا (ملاحظہ کیجئے کتاب الصواعق الالہیہ ص ۴۵۔۴۳ از شیخ سلیمان بن عبدالوہاب)

شیخ سلیمان بن عبدالوہاب اس حدیث کی روشنی میں وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد سے یہ واضح ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سرزمین نجد پر جو پہلا فتنہ واقع ہوا وہ شیخ نجدی کا فتنہ تھا جس نے مسلمانوں کے درمیان صدیوں سے رائج معمولات کو کفر اور مسلمانوں کو کافر قرار دیا۔ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حجاز کے لئے بار بار دعا فرمائی مگر اہل نجد کے لئے دعا کرنے سے انکار کر دیا۔

محترم مسلمانو! محدثین کرام فرماتے ہیں شام میں برکت کی دعا فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ اکثر انبیاء کرام کی ولادت شام میں ہوئی اور وہیں ان کے مزارات بھی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

بارکنا حولہ (سورہ اسراء)

ترجمہ: ہم نے مسجد اقصیٰ کے اردگرد کو بابرکت فرمادیا ہے۔

مسجد اقصیٰ جو کہ سرزمین شام میں ہے جہاں ہزاروں

انبیائے کرام کے مزارات ہیں اس لئے یہ جگہ برکت والی ہے۔یمن کے لئے دعائے خیر فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ یمن کے لوگ ایمان میں نہایت پختہ تھے۔حدیث مبارکہ میں ہے

الایمان یمان ترجمہ: ایمان تو یمنی لوگوں کا ہے۔

حضور ﷺ کے عاشق صادق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ بھی یمن کے رہنے والے تھے۔اس کے علاوہ یمن میں ہزار ہا اولیاء کرام اور علماء دین پیدا ہوئے۔

نجد کے لئے حضور ﷺ نے دعا کرنے سے انکار فرمایا۔نجد موجودہ سعودی عرب کا وہ حصہ ہے جس کا مرکزی شہر ریاض ہے۔اللہ کے پیارے رسول نے گیارہ سو سال پہلے ہی یہ خبر دے دی تھی کہ اسلام کے خلاف سب سے خطرناک گروہ سرزمین نجد سے نکلے گا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک گنجا ٹنڈ والا نجدی جس کا نام ذوالخویصرہ تمیمی تھا کہنے لگا۔

اتق اللہ یا محمد ترجمہ: اے محمد خدا سے ڈریں، تو ایک شخص (یعنی صحابی) نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی تو حضور ﷺ نے فرمایا

بے شک اس (نجدی) کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔وہ دین سے خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہوتا ہے۔(ملاحظہ کیجئے بخاری شریف) ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

وہ اللہ کی کتاب کی طرف بلائیں گے لیکن ہم سے ان کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

ملاحظہ کیجئے ابوداؤد شریف)

ان حدیثوں کا مصداق محمد بن عبدالوہاب نجدی اور آج اس کے پیروکار ہیں۔جنھوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور بت پرستوں سے تعلقات قائم کئے۔

طلوع اسلام سے قبل پورا عرب بت پرستی کے خول میں لپٹا ہوا تھا۔لوگ بتوں کو پوجتے اور انہیں اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے۔چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کفار و مشرکین کے باطل عقیدے کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

مسلمانو! آپ کو تعجب ہوگا کہ قرآن مجید کی مذکورہ آیتیں جو کفار و مشرکین کی مزمت میں نازل ہوئیں مگر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنے کرم فرما انگریز سرکار کے منصوبوں کو کامیاب بنانے کے لئے مذکورہ قرآنی آیات سے غلط استدلال لیا اور ان آیات کو انبیاء اور اولیاء کرام پر چسپاں کردیا ۔اس نے ان آیات کی روشنی میں یہ عقیدہ گھڑا کہ اللہ کے سوا انبیاء اولیاء کو مت پکارو ، ان سے مدد طلب ہرگز نہ کرو یہ تمہاری کیا خاک مشکل کشائی کریں گے کیونکہ یہ مردہ ، بے جان ہیں اور کسی نفع نقصان کے مالک نہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی شیخ نجدی کے پیروکار اپنے گرو گھنٹال شیخ نجدی کے عقیدے کی مطابق اللہ کے سوا انبیاء اولیاء کو مدد کے لئے پکارنے کو شرک وکفر قرار دیتے ہیں ۔ صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو کافر ومشرک سمجھ کر ان کو واجب القتل سمجھتے ہیں اور محبوبان خدا کی مزارات کو کفرو شرک کے اڈے قرار دیتے ہیں ۔

افتعبدون من دون اللہ مالا ینفعکم شیئا ولا یضرکم (سورہ انبیاء،٦٧)

ترجمہ: کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے۔قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

والذین تدعون من دونہ مایملکون من قطمیر (سورہ فاطر١٣)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا جن کو تم پوجتے ہو دانہ خرما کے چھلکے (یعنی کھجور کی گٹھلی) تک کے مالک نہیں۔

قرآن مجید کی یہ وہ آیات کریمہ ہیں جو مشرکین مکہ کی مذمت میں نازل ہوئیں جن میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اے بت پرستو! اللہ کے سوا کسی غیر خدا یعنی بتوں کو مت پکارو ان سے مدد طلب ہرگز نہ کرو یہ تمہاری کیا خاک مشکل کشائی کریں گے یہ تو ایسے عاجز و بے اختیار ہیں کہ کھجور کی گٹھلی تک کے مالک نہیں۔یہ نہ تمہیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔

مسلمانو! آپ کو تعجب ہوگا کہ قرآن مجید کی مذکورہ آیتیں جو کفار و مشرکین کی مزمت میں نازل ہوئیں مگر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنے کرم فرما انگریز سرکار کے منصوبوں کو کامیاب بنانے کے لئے مذکورہ قرآنی آیات سے غلط استدلال لیا اور ان آیات کو انبیاء اور اولیاء کرام پر چسپاں کر دیا۔اس نے ان آیات کی روشنی میں یہ عقیدہ گھڑا کہ اللہ کے سوا انبیاء اولیاء کو مت پکارو، ان سے مدد طلب ہرگز نہ کرو یہ تمہاری کیا خاک مشکل کشائی کریں گے کیونکہ یہ مردہ، بے جان ہیں اور کسی نفع نقصان کے مالک نہیں۔یہی وجہ ہے کہ آج بھی شیخ نجدی کے پیروکار اپنے گرو گھنٹال شیخ نجدی کے عقیدے کی مطابق اللہ کے سوا انبیاء اولیاء کو مدد کے لئے پکارنے کو شرک و کفر قرار دیتے ہیں۔صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھ کر ان کو واجب القتل سمجھتے ہیں اور محبوبان خدا کی مزارات کو کفر و شرک کے اڈے قرار دیتے ہیں۔

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خوارج فرقے کی پہچان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کا یہ طریقہ ہے کہ جو آیات مشرکین کے بارے میں نازل ہوئیں ان کو وہ مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔حضور سرور کونین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "مجھے اپنی امت میں سب سے

زیادہ اس شخص پر خوف ہے جو شخص قرآن پاک کی غلط تاویل کر کے آیات قرآن کو اس کے غیر محل میں چسپاں کرے گا۔

سید احمد زینی مکی شفعی رحمتہ اللہ علیہ شیخ نجدی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں شیخ ابن عبدالوہاب نجدی نے اپنے انگریز آقاؤں کی پیروی کرتے ہوئے اپنی تحریک کا آغاز ۱۱۵۰ھ میں نجد سے کیا پھر دور صحابہ میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے مسلمہ کذاب کے شہر درعیہ کے امیر محمد بن سعود کو اپنا ہمنوا بنایا۔ ابن سعود نے اپنی رعایا پر زور دیا کہ وہ شیخ نجدی کی دعوت کو قبول کریں۔ اہل درعیہ کو ابن سعود نے مجبور کیا تھا چنانچہ شیخ نجدی کی یہ دعوت پھیلتی گئی اور اس کی اس دعوت پر عرب کے قبائل یکے بعد دیگرے لبیک کہتے چلے گئے۔(ملاحظہ کیجئے خلاصتہ الکلام امراء البلد الحرام ص ۳۲۹۔۳۲۸ ۱۱از سید احمد بن زینی دحلان مکی)

برطانوی حکومت کا مشن چونکہ مزارات کو مسمار کرانا تھا چنانچہ ابن عبدالوہاب نجدی اپنے آقاؤں کی خواہش کو پورا کرنے کی غرض سے صحابہ کرام اور اولیاء امت کے خلاف دل میں بدعقیدگی کا آتش فشاں لے کر اٹھا اور اپنی اس تحریک کا آغاز مزارات صحابہ کرام کو مسمار کرنے سے کیا اور مزارات کی زیارت کرنے والوں کو مشرک قرار دیا۔ علامہ دحلان مکی فرماتے ہیں کہ شیخ نجدی حضور ﷺ کے روضہ مبارک کو سب سے بڑا بت "صنم اکبر" کہا کرتا تھا اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ یہ اعلان کرتا کہ رسول اللہ (ﷺ) کا روضہ گرادینے کے لائق ہے (معاذ اللہ) (ملاحظہ کیجئے کتاب الدرالسنیہ ص ۵۲۱) ابن عبدالوہاب نجدی نے اس طرح بھی کہا کہ:

حضور ﷺ کا مزار گرادینے کے لائق ہے اگر میں اس کے گرادینے پر قادر ہوگیا تو گرادوں گا (نعوذ باللہ) (ملاحظہ کیجئے الدرالسنیہ، سیف چشتیائی)

شیخ احمد عبدالغفور غطار نجدی تحریر کرتے ہیں کہ شیخ الاسلام (ابن عبدالوہاب) عملاً قبروں پر تعمیر شدہ عمارتوں اور قبوں کو گرادیتے تھے اس لئے کہ یہی دراصل شرک اور بدعت کی آبیاری کے مرکز ہیں اور تمام عالم اسلام میں قبروں پر عمارتیں اور قبے بننے شروع ہوگئے تھے۔(ملاحظہ کیجئے کتاب شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ص ۱۶۲۔۱۶۱ از شیخ احمد عبدالغفور عطار)

شیخ نجدی نے جو سب سے پہلے کسی صحابی کا گنبد گرایا تھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت

برطانوی حکومت کا مشن چونکہ مزارات کو مسمار کرانا تھا چنانچہ ابن عبدالوہاب نجدی اپنے آقائوں کی خواہش کو پورا کرنے کی غرض سے صحابہ کرام اور اولیاء امت کے خلاف دل میں بد عقیدگی کا اتش فشاں لے کر اٹھا اور اپنی اس تحریک کا آغاز مزارات صحابہ کرام کو مسمار کرنے سے کیا اور مزارات کی زیارت کرنے والوں کو مشرک قرار دیا۔ علامہ دحلان مکی فرماتے ہیں کہ شیخ نجدی حضور ﷺ کے روضہ مبارک کو سب سے بڑا بت "صنم اکبر" کہا کرتا تھا اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ یہ اعلان کرتا کہ رسول اللہ (ﷺ) کا روضہ گرادینے کے لائق ہے (معاذاللہ)(ملاحظہ کیجئے کتاب الدر السنیہ ص ۵۲۱)ابن عبدالوہاب نجدی نے اس طرح بھی کہا کہ حضور ﷺ کا مزار گرادینے کے لائق ہے اگر میں اس کے گرادینے پر قادر ہوگیاتو گرادوں گا(نعوذباللہ)

زید بن خطاب کا قبہ تھا۔(ملاحظہ کیجئے کتاب عنوان المجد فی تاریخ جلداول ص ۱۰۔۹)

شیخ نجدی نے اگرچہ اپنے ہم خیالوں کے ذریعہ چند مزارات گرادیئے تھے لیکن جس وسیع منصوبے کو لیکر شیخ نجدی اٹھا تھا اس کی تکمیل وہ اپنی زندگی میں نہیں کرسکا۔

شیخ احمد عبدالغفور عطار نجدی تحریر کرتے ہیں کہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تجدیدی مساعی کی روشنی میں اب بھی پورے زور وشور سے کام ہورہا ہے اور اشاعت اسلام (یعنی تحریک وہابیت) پر کروڑوں روپیہ صرف کیا جارہا ہے۔(ملاحظہ کیجئے کتاب شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ص ۱۲۸ از شیخ احمد عبدالغفور عطار نجدی)

محترم مسلمانو! مذکورہ بالا حقائق سے یہ واضح ہوا کہ ابن عبدالوہاب نجدی جس وسیع وعریض انگریز منصوبے پر عمل کرنا چاہتا تھا وہ اس کی زندگی میں تو نہ ہوسکا البتہ اس کے بعد اس کے ماننے والوں نے مسلسل اس ناپاک منصوبے کو جاری رکھا اور اب تک پورے زور وشور سے تحریک وہابیت پر کروڑوں روپیہ خرچ ہورہا ہے۔ اس وہابی تحریک کا آنے والی وقتوں میں عالم اسلام پر کیا اثر پڑا اور اس سے اسلام دشمن انگریز کو کیا فائدہ ہوا آیئے اس تلخ حقیقت کو بھی جان لیجئے۔

14 اگست 1914ء کی بات ہے کہ دنیا ایک عظیم سانحہ سے دوچار ہوئی اور پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی اس پہلی جنگ عظیم میں بدنصیبی سے برطانیہ، فرانس اور امریکہ نے مسلمانوں کی سلطنت عثمانیہ پر یلغار کی اور بہت سے مسلمانوں کے علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ وہابی فرقہ جوکہ محمد بن عبدالوہاب کی وجہ سے عمل میں آچکا تھا وہ چونکہ برطانیہ کا وفادار تھا اسلئے وہ ابتداہی سے ترک اسلامی بادشاہوں سے ٹکراتا رہا۔ اس فرقہ نے سلطنت عثمانیہ کو مٹانے کی بھرپور کوشش کی۔

وہابی مورخ مرزا حیرت دہلوی اپنی کتاب حیات طیبہ میں لکھتا ہے

عبدالعزیز (نجدی) کے بعد اس کا بیٹا سعد (نجدی) اپنے باپ سے زیادہ پرجوش نکلا اس نے اور بھی فتوحات کو وسعت دی اور ترکی سلطنتوں کی بنیادوں کو ہلادیا۔(ملاحظہ ہو کتاب حیات طیبہ ص ۲۰۸)

سعد نے بیس ہزار فوج سے سلیمان پاشا سے مختلف

مشرکین کی توہم پرستی

کا جنازہ نکال کر رکھ دیا

تحریر: ارشد القادری (انڈیا)

چودھویں رات کی دوشیزہ

کہتے ہیں کہ عرب سوداگروں کا ایک قافلہ بادبانی جہاز پر سوار ہوکر اسپین کے ساحل سے روانہ ہوا یہ لوگ قیمتی جواہرات کے بین الاقوامی تاجر تھے۔ جن کا کاروبار دنیا کی بڑی بڑی منڈیوں میں پھیلا ہوا تھا۔

پاکدامن اور اسلام کے غیور نوجوان کی جتنی خصوصیات ہوسکتی ہیں وہ تنہا سب کا آئینہ دار تھا اس کی زندگی کا سب سے خوشگوار لمحہ رات کا پچھلا پہر تھا۔ تاروں کی چھاؤں میں اس کی روح ایک نامعلوم کیف سے سرشار ہوجاتی تھی گریہ ومناجات کی لذتوں نے اسے سحرخیز بنادیا تھا۔

بارگاہ رسالت سے اسے بے پناہ عقیدت تھی۔ گنبد

پایاں وسعتوں پر رات کا گھنا اندھیرا چھا گیا۔

آدھی رات گزرنے کے بعد اچانک فضا میں ایک چیخ بلند ہوئی سارے اہل کشتی گھبرا کر جاگ پڑے دیکھا تو دہشت سے ناخداؤں کا برا حال ہو رہا تھا۔ بڑی مشکل سے کانپتے ہوئے اشارہ کیا۔

وہ دیکھو! سمندر کا ایک نہایت مہیب اور خوفناک

شام کو جب نوجوان حکیم کے گھر گیا تو فارینا نیچی نگاہ کئے سامنے آئی اور نوجوان کا شکریہ ادا کیا نوجوان نے فارینا کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ اسلام اپنی بیٹیوں کو کسی نامحرم کی سامنے جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ جہاں تک دیو کے چنگل سے تمہاری نجات کا سوال ہے اس کے لئے میں شکریہ کا طلبگار نہیں ہوں وہ میرے ایمان و اسلام کا ایک خاموش فرض تھا جسے میں نے انجام دیا اس کے پیچھے انسانی ہمدردی کا اور کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہے

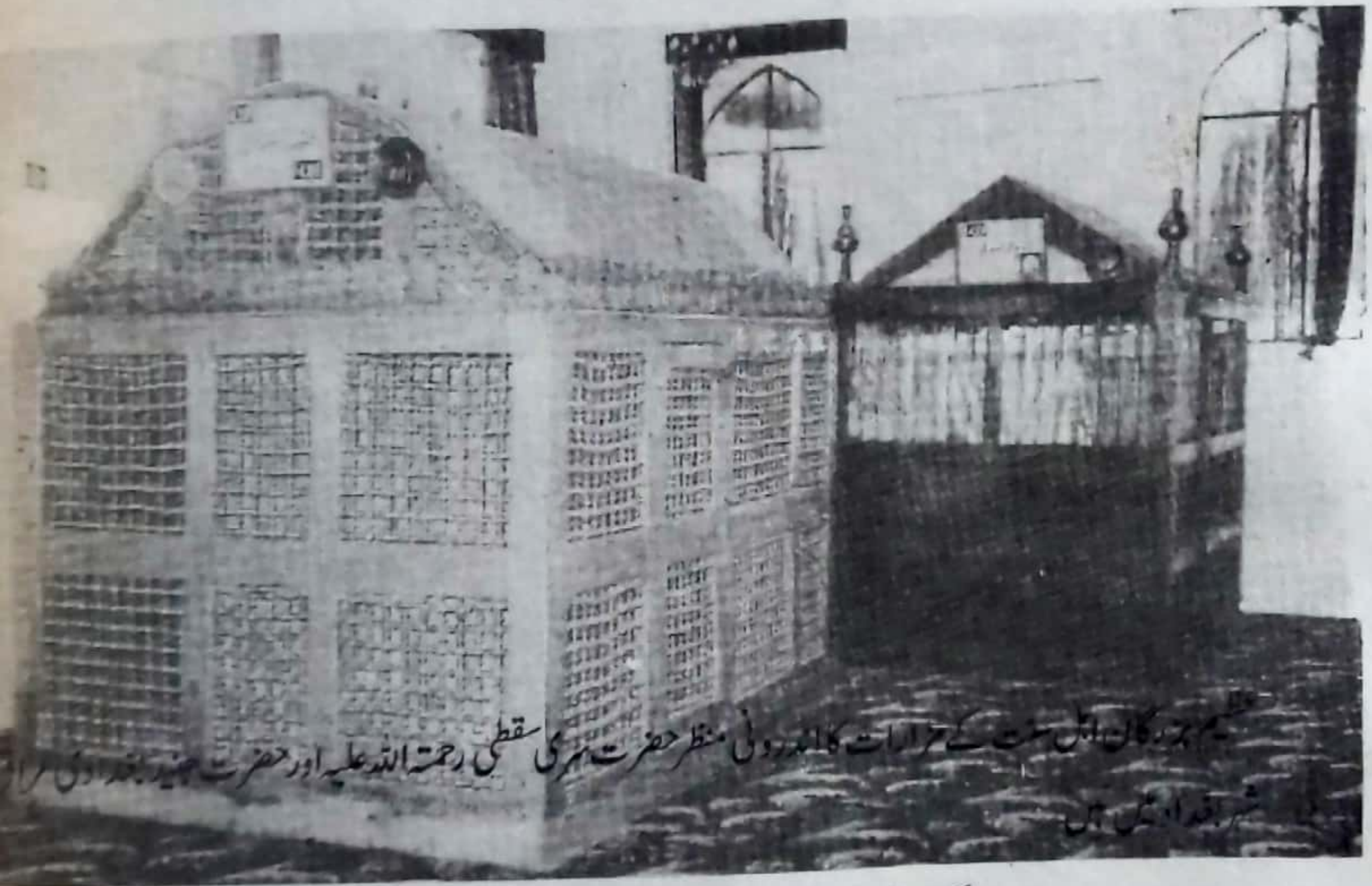

عظیم بزرگان اہل سنت کے مزارات کا اندرونی منظر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جنید بغدادی ... شہر بغداد میں ہیں

تاجروں کے اس گروہ میں ایک نہایت خوبرو نوجوان تھا جو اپنے سارے قبیلے کی آنکھ کا تارا تھا اس کی پیشانی سے طہارت نفس اور کردار کے تقدس کا نور جھلکتا رہتا تھا اس کا باوقار وحسین چہرہ اتنا دلکش ودلربا تھا کہ ایک بار دیکھ لینے کے بعد ناممکن تھا کہ بار بار اسے دیکھنے کی آرزو نہ پیدا ہو جدھر سے وہ گزر جاتا نگاہوں کے چراغ جلنے لگتے۔ بات کرتا تو موتی لٹاتا۔ مسکراتا تو پھول برستے، کتنے سینوں میں اس کی ایک نگاہ التفات کی آرزو مچل مچل کر دفن ہوگئی لیکن غیرت حیا کے بوجھ سے اس کی پلکیں ہمیشہ جھکی رہیں۔ ایک صالح

خضریٰ کے تصور میں پہروں اس کی پلکیں بھیگی رہتی تھیں۔ صلوٰۃ وسلام کی محفلوں میں اس کے سوز وگداز اور محویت شوق کا عالم بڑا ہی رقت انگیز تھا۔ مزارات اولیاء اور محبوبان حق کے ساتھ اس کے دل کا گہرا انس کسی تلقین کا نتیجہ نہیں تھا خود اس کے ضمیر کی آواز تھی۔

جہاز سمندر کی قیامت خیز لہروں سے ٹکراتا موجوں سے کھیلتا آگے بڑھتا جارہا تھا آفتاب کی ٹکیہ پانی کی سطح پر چمک رہی تھی۔ چند ہی لمحے کے بعد سورج غروب ہوگیا فضا میں شام کی سیاہی بکھرنے لگی اور دیکھتے دیکھتے سمندر کی بے

درندہ!!

دیکھتے ہی سارے جہاز میں کہرام برپا ہوگیا کچھ ہی فاصلے پر آبی صحرا کا ایک خونخوار جانور، جس کے جسم کی ضخامت جہاز سے کئی گنا بڑی تھی۔ جبڑا پھیلائے انگاروں کی طرح سرخ آنکھوں سے تاک رہا تھا۔ ناخداؤں نے لرزتی ہوئی آواز میں بتایا کہ بحر ظلمات کی سرحدوں پر اس طرح کے عجیب الخلقت اور مہیب جانور رہا کرتے ہیں جن کی قوت جذب اتنی حیرت انگیز ہوتی ہے کہ بڑے بڑے جہازوں کو ایک سانس میں کھینچ لیا کرتے ہیں ان کی زد پر پہنچ

جنگوں میں پے در پے فتوحات حاصل کیں ۔ (ملاحظہ ہو کتاب حیات طیبہ ص ۲۰۸)

پہلی جنگ عظیم کا خاتمہ 1918ء میں ہوا اس چار سالہ جنگ عظیم میں ترکوں کی کشادہ حدود دشمنان اسلام کے قبضے میں آ گئیں ۔ بعض علاقے موجودہ سعودی عربیہ کے بھی ان کے قبضے میں آ گئے ۔ اپنی نو آبادیاتی خواہشات کو آگے بڑھاتے ہوئے برطانوی حکومت نے ان علاقوں میں سعودی حکومت کو قائم کیا ۔ نجدیوں نے اپنے انگریز آقاؤں کے ایماء اور امداد پر اپنے حریفوں کو ہر محاذ پر شکست دے کر 1921ء میں صوبہ نجد (موجودہ ریاض) پر اپنی عمل داری اور بادشاہت کا اعلان کر دیا ۔ 1924ء میں مکہ پر قبضہ کیا ۔ 1925ء میں مدینہ منورہ اور جدہ پر قبضہ کر لیا ۔ ایک ماہنامہ کی رپورٹ کے مطابق موجودہ شاہ فہد کے والد عبدالعزیز جو کہ ان دنوں کویت میں پناہ لئے ہوئے تھا حکومت برطانیہ سے پانچ ہزار پونڈ ماہانہ بمطابق (چار لاکھ بیس ہزار پاکستانی روپیہ) وظیفہ پاتا تھا اور حکومت برطانیہ کی مدد سے 1924ء میں طائف پر اور 1925ء میں مکہ اور مدینہ پر قبضہ کر لیا ۔ اس طرح نجدی قبیلے کے سردار نے 1926ء میں مملکت سعودی عرب کے نام سے بادشاہت کا اعلان کر دیا ۔ اس طرح جس تحریک کا آغاز برطانوی جاسوس ہمفرے کے کہنے پر شیخ ابن عبدالوہاب نے کیا تھا وہ ارمان آج موجودہ سعودی حکومت کی صورت میں برطانیہ کا پورا ہوا ۔ برطانیہ کے مشن کی سوسالہ تکمیل بالآخر ہو چکی تھی ۔ ان کے نمائندے سرزمین عرب پر بیٹھ چکے تھے اور وہاں سے ترکی حکومت کا خاتمہ ہو چکا تھا ۔ چنانچہ ان آلہ کاروں نے اپنے انگریز آقاؤں کا وہ ادھورا مشن جسے ابن عبدالوہاب نجدی اپنی زندگی میں پورا نہ کر سکا اپنے دور حکومت میں پورا کر دیا ۔

جنت البقیع اور جنت المعلیٰ جہاں خاندان نبوت کے افراد مدفن ہیں جو محبوبان خدا، صحابہ کرام، حضور سرور کونین ﷺ کے لخت جگر، نور نظر اور چشم و چراغ کی آرام گاہ ہیں جہاں امت کی مائیں، جنت کی شہزادیاں، اولیاء، فقہائے اسلام، علمائے دین آرام فرما ہیں ان تمام مقدس ہستیوں کی آخری آرام گاہوں کو بلڈوزر سے روند ڈالا ۔ ان کا نام و نشان تک نہیں چھوڑا ۔ صحابہ کرام کے بڑے بڑے مزارات بڑے بے دردی کے ساتھ گرا دئے اور زمین ہموار کر دی تا کہ اسلام کے ان درخشاں ستاروں کے آثار ہی مٹ جائیں ۔ اب قیامت تک اسلام کی ان روشن ماہتابوں کے آثار کو کوئی نہیں مٹا سکتا ۔ کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری کرنے والے درندوں نے اپنے انگریز آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر اسلام کی ان عظیم نشانیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا ۔

جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں صحابہ کرام اور اہل بیت کے مزارات جسے تیرہ سو سال سے مسلمانوں نے بڑے احترام کے ساتھ محفوظ رکھا ۔ تصویر کے آئینے میں دیکھئے ۔

> جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں صحابہ کرام اور اہل بیت کے مزارات جسے تیرہ سو سال سے مسلمانوں نے بڑے احترام کے ساتھ محفوظ رکھا ۔ تصویر کے آئینے میں دیکھئے ۔ یہود و نصاریٰ کی سازشوں سے صحابہ کرام کے مزارات کا وجود ختم کردیا گیا آج ان کے نام تو ہیں لیکن آثار ختم کردیئے گئے

یہود و نصاریٰ کی سازشوں سے صحابہ کرام کے مزارات کا وجود ختم کر دیا گیا آج ان کے نام تو ہیں لیکن آثار ختم کر دیئے گئے ۔ نیچے دی ہوئی تصویر حقیقت کے آئینے میں ۔ نجدیوں کے ظلم کا شکار ہونے والی صحابہ کرام کے مزارات مٹا دیئے گئے ۔

محبوبان خدا کے مزارات درحقیقت اسلام کی عظمت کے مینار ہیں جنھیں دیکھ کر جذبہ ایمان تازہ ہوتا ہے اور اللہ کی وحدانیت کے چراغ دلوں میں روشن ہوتے ہیں ۔ جن کا ادب و احترام ہر مسلمان پر لازم ہے قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے ۔

فلا اقسم بمواقع النجوم (سورہ واقعہ 75)

ترجمہ: مجھے ستاروں کے گرنے کے مقامات کی قسم

مشہور محقق و محدث اور مفسر قرآن حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ۔ اس آیت میں ستاروں سے مراد صحابہ کرام اور علماء ہیں اور گرنے کے مقامات سے مراد ان کی قبریں ہیں ۔ (ملاحظہ کیجئے تفسیر روح البیان)

پس اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کی قبروں کی قسم اٹھا کر صالحین کی قبروں کی عظمت و برکت کی طرف واضح اشارہ فرمایا ہے قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے

ان الصفا والمروة من شعائر الله (سورہ بقرہ 158)

ترجمہ: بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں ۔

صفا و مروہ پہاڑیوں کے وہ مقام ہیں جہاں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے چکر لگائے چنانچہ وہ مقام اللہ کی نشانیوں میں شمار ہو گئے ۔

سورہ حج میں ارشاد ہوتا ہے

ترجمہ: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دل کے تقویٰ کی وجہ سے ہے (سورہ حج 32)

مذکورہ آیات مبارکہ سے واضح ہوا کہ محبوبان خدا سے منسوب کردہ مقامات نہ صرف قابل تعظیم ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں ۔

آہ! ظالم و جابر نجدیوں نے جہاں 1925ء میں مکہ اور مدینہ پر قبضہ کرنے کے بعد صحابہ کرام کے مزارات مقدسہ کو منہدم کر دیا وہاں انہی نجدیوں نے حضور سرور کونین ﷺ کی والدہ ماجدہ، سیدہ طیبہ اور طاہرہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کا مزار اقدس بھی چند مہینے قبل مقام ابواء سے نکال کر بڑی بے دردی سے پامال کر دیا ۔ ایک ماہنامہ کی رپورٹ کے مطابق حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر کو نجدیوں نے نہ صرف مسمار کیا بلکہ جس پہاڑی کے ٹیلے پر قبر تھی اسے بڑی بے دردی سے بلڈوزر کے ذریعہ اوپر سے گرا دیا گیا ۔

مقام ابواء میں حضور سرور کونین حضرت محمد ﷺ کی والدہ ماجدہ، سیدہ، طاہرہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کی مقدس آخری آرام گاہ جسے نجدی بھیڑیوں نے چند ماہ پہلے بلڈوزر کی مدد سے منہدم کر دیا اور اسے چوٹی کے پہلو میں دھکیل کر گرا دیا گیا ۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔"

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

کر آج تک کوئی نہیں بچ سکا ہے۔ ہمارا جہاز غلطی سے بھٹک کر ادھر آ گیا ہے اب چند ہی لمحے کے بعد ہم موت کے منہ میں پہنچ جائیں گے اپنی اپنی زندگی کو آخری سلام کرلو!

یہ خبر معلوم کر کے بے تحاشہ نالہ وفغاں کے شور سے سمندر کی فضا گونج اٹھی جیسے جیسے جہاز اس کے قریب ہوتا جارہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں چنگاری تیز ہوتی جاتی تھی۔ شدت خوف سے لوگوں کے حواس باختہ ہوتے جارہے تھے۔ دماغ کے شعور کی توانائی موت کی ہیبت سے مغلوب ہوتی جارہی تھی یہاں تک کہ چند ہی لمحے کے بعد اس خوبرو نوجوان کے علاوہ سارے اہل کشتی بے ہوش ہوگئے۔

اب اکیلا نوجوان ایک خوفناک صورت حال کا مقابلہ کررہا تھا اب جہاز اس کے بہت قریب پہنچ گیا تھا دہشت سے نوجوان کا کلیجہ بیٹھنے لگا اس کے پھیلے ہوئے منہ کا لقمہ بننے میں اب صرف چند قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا۔

نوجوان نے اپنے ڈوبتے ہوئے دل کو سنبھالا ہمتوں کا بکھرا ہوا شیرازہ یکجا کیا اور شدت اضطراب کے ہیجان میں یک بیک کھڑا ہوگیا اور آنکھ بند کر کے بھرپور طاقت سے اذان دینا شروع کردیا دوسرے ہی لمحے میں سمندر کی تاریک فضا تکبیر ورسالت کی آواز سے بوجھل ہوگئی اچانک اپنی بند آنکھوں کے ساتھ نوجوان نے کسی سخت چیز سے جہاز کے ٹکرانے کا جھٹکا محسوس کیا پھیلے ہوئے جبڑے کی زد پر پہنچنے کے بعد جیسے ہی اسے ایک بدبودار جسم کی گرمی محسوس ہوئی بیساختہ اس کے منہ سے یا محمداہ کا نعرہ بلند ہوا۔

خوف سے آنکھیں بند کیے نوجوان کو یقین ہوچکا تھا کہ اب وہ اس خونخوار درندے کی مکمل گرفت میں ہے اپنی دانست میں زندگی کی آخری ہچکی لیتے ہوئے اس نے ایک بار کلمۂ شہادت پڑھا اور سکتے کی حالت میں بیٹھ گیا۔

نوجوان کی آنکھیں بند تھیں اور دل کا حال سکرات کی کیفیت سے ہم آہنگ تھا اسی درمیان میں اچانک اسے محسوس ہوا کہ جہاز تیزی کے ساتھ پیچھے کی طرف بھاگتا جارہا ہے درندے کے منہ سے نکلنے والی اب وہ بدبو بھی محسوس نہیں ہورہی تھی نوجوان نے ہمت سے کام لے کر آہستہ آہستہ اپنی پلکوں کو اوپر اٹھایا آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ جانور سامنے موجود نہیں ہے سمندر کی فضا بھی بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے اب بپھری ہوئی موجوں پر تاریکیوں کے غلاف کے بجائے چاندنی کی سنہری کرن پھیلی ہوئی ہے یہ منظر دیکھ کر نوجوان کو خدا ورسول کی غیبی چارہ گری کا یقین ہوگیا دہان مرگ سے صحیح وسلامت نکل آنے پر اسے بے پایاں مسرت حاصل ہوئی نئی زندگی کے اعتراف میں سجدۂ شکر کے لئے بیساختہ اس کی پیشانی جھک گئی سجدۂ شکر سے فارغ ہوکر بارگاہ رسالت میں اس نے صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ عقیدت پیش کیا اب اسے اپنے بیہوش ساتھیوں کو ہوش میں لانے کی فکر ہوئی سب سے پہلے ناخداؤں کے منہ پر پانی چھڑکا۔ آنکھیں کھل گئیں چیخ مار کر اٹھے اور پھر سوگئے بڑی مشکل سے انھیں ہوش آیا ہوش آتے ہی نوجوان نے بتایا کہ خدا کی غیبی مدد سے وہ خوفناک بلا دفع ہوگئی اب نجات واطمینان کا سانس لیا اس کے بعد ایک ایک کر کے سارے اہل کشتی ہوش میں لائے گئے صورت حال معلوم کر کے وہ خوشی میں پاگل ہوگئے ناخداؤں نے آسمان کے تاروں کو دیکھ کر حیرت کے ساتھ بتایا کہ ہمارا جہاز بھٹک کر بحر ظلمات کے اندر داخل ہوگیا تھا لیکن اس وقت ہم لوگ بحر ظلمات سے تین دن کی مسافت پر ہیں یہ خبر سن کر سارا قافلہ ششدر رہ گیا۔

نوجوان فرط خوشی میں چیخ پڑا۔ خدا ورسول کی شان دست گیری کے قربان خطرے کی زد سے نکالنے کے لئے تین دن کی مسافت چند لمحے میں طے کرادی گئی۔ اس واقعہ سے لوگوں کے دلوں میں نوجوان کی عقیدت کا رنگ اور گہرا ہوگیا بال بال سے اس کی ہمت وبزرگی کو دعائیں نکل رہی تھیں۔ جہاز پھر اپنی رہ گزر پر چلنے لگا رات بھر چلتا رہا پہاڑوں کی طرح موجوں کا سینہ چیرتے چیرتے ناخداؤں کے بازو شل ہوگئے تھے۔ صبح ہوئی تو ہوا کا رخ بدلا اور فضا سازگار ہوئی۔

قرطبہ کے ساحل سے چلے ہوئے آج ۲۵واں دن تھا دوپہر ڈھل چکی تھی اچانک ناخداؤں نے جہاز والوں کو خبر دی کہ سمندر کی خاموش سطح پر ایک نہایت خوفناک طوفان کے آثار نظر آرہے ہیں ہمارا اندازہ اگر صحیح ہے تو پھر ایک سنگین خطرے کیلئے ہمیں تیار ہوجانا چاہیے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ آنے والے طوفان بلاخیز میں ہمارا انجام کیا ہوگا اس خبر سے پھر جہاز والوں میں ایک کہرام برپا ہوگیا۔ پھر شور وماتم سے ایک قیامت اٹھ کھڑی ہوئی اس مرتبہ نامعلوم طور پر نوجوان کا چہرہ بھی تشویشناک ہوگیا تھا۔ غالباً اس کی روشن ضمیری نے خطرے کو محسوس کرلیا تھا اس کی گہری خاموشی جہاز والوں کے لئے خطرے کی سنگین علامت بنتی جارہی تھی جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا تھا مسافروں کا اضطراب بڑھتا جارہا تھا پھر رات کی خوفناک سیاہی فضا پر مسلط ہونے لگی جونہی سورج کی آخری کرن پانی کی سطح سے غائب ہوئی سمندر میں ہولناک تلاطم کا ایک جھٹکا محسوس ہوا پہاڑوں کی طرح اٹھتی ہوئی موجوں نے جہاز کو اپنی زد پر رکھ لیا۔ طوفان کے تھپیڑے سے اچھل کر سمندر کا پانی جہاز کی فصیلوں میں داخل ہونے لگا ماتم وفغاں کا شور ہواؤں کی گڑگڑاہٹ میں دبتا جارہا تھا بادبان کی دھجیاں بکھر گئیں ترسول کا نشان سرنگوں ہوگیا۔ تلاطم کی سرکشی اب قیامت بن گئی۔ طوفان کے تھپیڑوں سے جہاز کے تختوں کے جوڑ جوڑ ڈھیلے پڑ گئے اچانک ایک موج بلاخیز سے جہاز ٹکرایا اور اس کے تختے پاش پاش ہوگئے چند لمحے کے لئے ڈوبتی ہوئی آوازوں کا ایک شور اٹھا اور لہروں کی آغوش میں ہمیشہ کے لئے دفن ہوگیا۔

نوجوان نے ڈوبتے ہوئے یا محمداہ کا نعرہ لگایا تھا یہ نعرہ رائیگاں نہیں گیا پہلا غوطہ کھاتے ہی لہروں نے اسے ایک بہتے ہوئے تختے کی طرف پھینک دیا تختے سے ہاتھ ٹکرایا اور اس نے مضبوطی سے اسے تھام لیا۔

اب وہ اسی تختے کے سہارے سمندر کی لہروں پر بہتا ہوا چلا جارہا تھا۔ رات بھر یونہی اس ناپید کنار سمندر میں بہتا رہا اسے خود نہیں معلوم تھا کہ وہ کس رخ پر بہہ رہا ہے موجوں کا تھپیڑا کھاتے کھاتے اس کے ہاتھ پاؤں شل ہوچکے تھے سارا جسم ٹوٹ کر چور چور ہوگیا۔

رات کے پچھلے پہر شدت کرب سے وہ بے چین ہوگیا عالم یاس میں ایک بار آسمان کی طرف دیکھا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد سپیدۂ سحر نمودار ہوا سورج کی پہلی کرن چمکتے ہی اسے پہاڑوں اور صحراؤں کے سلسلے نظر آئے سمندر کا کنارا دیکھ کر اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اس نے اپنے اندر بالکل نئی زندگی کا فروغ محسوس کیا ساحل پر پہنچ کر بڑی مشکل سے اس نے اپنے آپ کو خشکی پر اتارا نمکین پانی میں پڑے پڑے پاؤں کی حس ماؤف ہوگئی تھی چلنے کی سکت باقی نہیں تھی بازو بھی حرکت کے قابل نہیں رہ گئے تھے کافی دیر تک سورج کی دھوپ میں سینکنے کے بعد جسم میں تھوڑی سی حرارت پیدا ہوئی اور رگوں کا خون گرم ہوا۔

دوپہر تک وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا اب اسے

بھوک ستا رہی تھی اور ضعف کا احساس دم بدم بڑھتا جاتا تھا خدا کا نام لے کر رزق کی تلاش میں اٹھا اس گھنے صحرا میں سوائے پھلوں کے اور کیا مل سکتا تھا کافی دور تک چلنے کے بعد جنگلی درختوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ دوپہر ڈھل رہی تھی لیکن اسے بھرے جنگل میں کوئی چیز کھانے کے قابل نہیں مل سکی جب چلنے کی سکت باقی نہیں رہ گئی تو تھک ہار کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا وہ آبدیدہ ہو کر اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر قریب کے ایک درخت پر پڑی جس میں سیب کے برابر سرخ رنگ کے پھل لگے ہوئے تھے اس یقین پر کہ وہ جنگلی سیب ہیں درخت کے پاس پہنچ گیا شاخیں زمین تک لٹک رہی تھیں اس لئے پھلوں کے توڑنے میں اسے کوئی زحمت نہیں پیش آئی رنگ وروپ تو سیب کی طرح تھا ہی۔ چکھ کر دیکھا تو لذت بھی نہایت شیریں تھی بھوک کے غلبے میں سیب سمجھ کر کئی پھل کھا گیا۔

دوپہر ڈھل چکی تھی اور کچھ ہی عرصے کے بعد شام ہونے والی تھی اپنے تئیں سوچا کہ جسم میں تھوڑی سی توانائی آجائے تو جلدی جلدی جنگل سے باہر نکل کر رات گزارنے کی کوئی محفوظ جگہ تلاش کی جائے۔

اسی خیال میں کھویا ہوا تھا کہ اندر سے اسے سر چکراتا ہوا محسوس ہوا شعور کا چراغ بجھنے لگا۔ رگوں کی حرارت سرد پڑنے لگی اور ایک گہرے خمار کی کیفیت میں وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ سورج ڈوب گیا رات آئی اور گذر گئی لیکن وہ ہوش میں نہیں آیا اس کے نبض کی تپش نہایت تیزی کے ساتھ نقطۂ انجماد کی طرف اترتی آرہی تھی اب وہ صرف چند گھنٹے کا مہمان تھا۔

دھوپ تیز ہو گئی تھی اور ہر طرف صحرا میں سورج کا شفاف اجالا پھیل گیا تھا۔ جڑی بوٹی اور نباتات کے ماہرین کا ایک دستہ تحقیقاتی مہم پر صحرا کا گشت کر رہا تھا گھنی اور پر پیچ جھاڑیوں میں بھٹکتے ہوئے وہ ٹھیک اسی مقام پر آنکلا جہاں جنگلی سیب کا وہ درخت تھا درخت کے نیچے ایک انسان کی لاش دیکھ کر حیرت سے چیخ پڑا۔

دستے کا رئیس ایک نہایت تجربہ کار ذہین اور سن رسیدہ حکیم تھا لاش کے قریب پہنچ کر اس نے تھوڑی دیر تک چہرے کا نہایت گہری نظری سے جائزہ لیا نبض پر ہاتھ رکھا آنکھوں کی پلکیں اٹھائیں ناخنوں کا رنگ دیکھا اور اپنے ساتھیوں کو آواز دی کہ اس کے جسم میں زندگی کی آخری رمق ابھی باقی ہے اب ایک لمحے کی تاخیر بھی اسے موت کی ابدی نیند سلا دی گی۔

سر جھکائے ہوئے وہ علاج کی راہ سوچ ہی رہا تھا کہ زمین پر سیب کے چھلکے اور اس کے سوکھے ہوئے ٹکڑے نظر آئے پھر درخت کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو شاخوں میں اسی طرح کے پھل لٹک رہے تھے فوراً سمجھ گیا کہ اس زہریلے پھل کا یہ سارا کرشمہ ہے فوراً اپنی زنبیل سے زہر سوخت کر لینے والی ایک جڑی نکالی اور اسے ناک کے قریب رکھ دیا چند ہی لمحے کے بعد نوجوان کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔

حواس اب بھی اپنی جگہ پر واپس نہیں آئے تھے اور قوت گویائی بدستور ماؤف تھی حکیم نے پھر اپنی زنبیل سے سبز رنگ کی دو چار پتیاں نکالیں اور انھیں انگلیوں میں مسل کر ایک قطرہ حلق میں ٹپکایا قطرے کا حلق سے اترنا تھا کہ نوجوان کو بڑے زور کی چھینک آئی اور اس کے بعد متلی کی سی کیفیت محسوس ہونے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد دو چار قے ہوئی اور سارا زہریلا پھل پیٹ سے باہر آ گیا اب اس کی طبیعت ہلکی ہو گئی تھی ہوش وحواس بھی پلٹ آئے تھے اس گھنے جنگل میں اپنے ارد گرد انسانوں کو دیکھ کر اسے بڑی حیرت ہوئی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ حکیم نے اشارے سے روک دیا اور کچھ وقفہ کے بعد زنبیل سے ایک خاص قسم کے شربت کی بوتل نکالی اور گلاس میں ڈال کر نوجوان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اسے پی جاؤ۔ شربت پی جانے کے بعد اس کے جسم میں بجلی کی طرح ایک تازگی دوڑ گئی۔ ضعف ونقاہت کا اثر بھی زائل ہو گیا اور وہ تازہ دم ہو کر اٹھ بیٹھا۔

اب حکیم نے اس سے اس کا حال دریافت کیا اس نے شروع سے آخر تک سارا ماجرا بیان کر دیا حکیم اور اس کے ساتھیں کو اس کی سرگزشت معلوم کر کے سخت حیرت ہوئی سب سے زیادہ تعجب اس امر پر ہوا کہ شیروں، زہریلے سانپوں اور خونخوار درندوں کے اس گھنے جنگل میں رات بھر وہ بیہوش پڑا رہا اور اسے کسی طرح کا گزند تک نہیں پہنچا حکیم اپنی ذہانت اور تفتیش وعلاج کی کامیابی پر بیحد مسرور تھا اس جنگلی پھل کے بارے میں بھی اسے ایک نیا تجربہ حاصل کر کے نہایت درجہ خوشی حاصل ہوئی تھی۔ حکیم کے ساتھیں نے فوراً ایک خاص قسم کے پتے پر نوک قلم سے اس درخت اور اس کے پھل کی تصویر بنائی اور اس کے نیچے لکھ دیا، یہ نشہ آور اور زہریلا پھل ہے۔

حکیم نے نوجوان کو بتلایا کہ سمندر کی آغوش میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے یہاں سے تین پہر کی مسافت پر سمندر کے کنارے ہمارا شہر آباد ہے میں تمھیں مشورہ دوں گا کہ کچھ دنوں کے لئے میری مہمانی قبول کرو۔ اسپین کی طرف سے سوداگروں کے جہاز آتے رہتے ہیں ایک دو مہینے کے بعد واپس چلے جانا۔ نوجوان نے حکیم کی درخواست قبول کر لی اور اس کے ہمراہ چلنے پر راضی ہو گیا۔

آج ایک عرصے کے بعد انسانوں کی آبادی کے قریب پہنچ کر نوجوان بے حد مسرور تھا نامعلوم خوشی سے چہرہ پھول کی طرح کھلا جا رہا تھا درختوں کے جھاڑ میں ایک خوبصورت عمارت کی طرف دور سے اشارہ کرتے ہوئے حکیم نے بتایا کہ وہی میرا غریب خانہ ہے باغ میں داخل ہوتے ہی حکیم نے اپنی اکلوتی بیٹی فارنیا کو آواز دی۔ دوسرے ہی لمحے ایک زہرہ جمال، لالہ رخ سراپا قیامت دوشیزہ سامنے کھڑی تھی۔

حکیم نے کہا...... بیٹی! آج میں اپنے ہمراہ ایک معزز مہمان لے کر آیا ہوں اس کی زندگی کی سرگزشت نہایت ہی حیرت انگیز ہے کئی بار موت کی بھرپور گرفت سے اس نے نجات حاصل کی ہے اپنی قوت ارادی کا بے مثل انسان ہے یہ! نوجوان نے مداخلت کرتے ہوئے کہا ہم لوگ قوت ارادی کو ایمان سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکیم کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ ناتمام گفتگو کا سلسلہ پھر سے جوڑا میں تمہاری ذہانت وسلیقہ مندی سے امید رکھتا ہوں کہ اپنے معزز مہمان کی خاطر ومدارات میں کسی طرح کی فروگذاشت نہ ہونے پائے گی۔

فارنیا نے پہلی مرتبہ مردانہ حسن کا ایک سحر جلال دیکھا تھا نوجوان پر نظر پڑتے ہی مبہوت ہو کے رہ گئی۔

آفتاب کی آخری کرنیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے رخصت ہو رہی تھیں نوجوان نے حکیم سے کہا سورج ڈوبنے کے بعد پھر ہماری عبادت کا وقت شروع ہو جائے گا۔ زحمت نہ ہو تو آپ ہمیں کسی چشمے کا پتہ بتا دیجئے تاکہ ہم آزادی کے ساتھ اپنے طریقہ پر ہاتھ منہ دھو کر اپنے مالک کا فریضہ بندگی ادا کر لیں، حکیم نے جواب دیا چشمہ تلاش کرنے کی کیا

ضرورت ہے اسی باغ میں نہایت صاف اور شفاف تالاب موجود ہے۔ وہیں پر سنگ مرمر کی چٹان بھی ایک طرف بچھی ہوئی ہے نوجوان نے تالاب میں پہنچ کر وضو کیا اور نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ نماز مغرب ادا کی عشاء تک تسبیح وتلاوت میں مشغول رہا عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر مہمان خانے کی طرف واپس ہوا۔

فارینا کے لئے نوجوان کی ہر چیز نئی اور جاذب نظر تھی جب تک وہ نماز میں مصروف رہا دور ایک گوشے میں چھپ کر نہایت حیرت سے اس کی نشست وبرخاست کا تماشا دیکھتی رہی رات کے کھانے سے فارغ ہوکر مہمان خانے میں اس کے آرام کا انتظام کردیا گیا۔ دوپہر رات ڈھل جانے کے بعد نوجوان خاموشی کے ساتھ اپنے بستر سے اٹھا تالاب میں وضو کیا اور نماز تہجد کی روح پرور عبادت میں مصروف ہوگیا۔ تسبیح ودرود اور گریہ ومناجات میں ساری رات کٹ گئی نماز صبح سے فارغ ہوکر دن چڑھنے تک تلاوت قرآن میں مشغول رہا پھر ظہر کے بعد سے نماز وتلاوت کا سلسلہ شروع ہوگیا اور عشاء کے بعد تک جاری رہا۔ نوجوان کے شب وروز کا یہی معمول تھا کئی دن ہوگئے اسے حکیم کے گھر مہمان ہوئے لیکن وفور حیا سے کبھی اس کی نگاہ اوپر نہیں اٹھی کبھی اس نے فارینا سے مخاطب ہونے کا کوئی موقع نہیں آنے دیا۔

اب رفتہ رفتہ فارینا کا دل بوجھل ہوتا جارہا تھا۔ آتش شوق میں سلگتے ہوئے وہ اکثر سوچا کرتی تھی۔

ظالم! آدمی ہے یا پتھر کی چٹان؟ ہزاروں دیوانے میرے جلوہ حسن کی پرستش کے لئے تیار ہیں اور یہ ایک نظر دیکھنے کا بھی روادار نہیں ہوتا۔ کیا میرے طلسم جمال کا سحراب بے اثر ہوگیا۔؟ دلوں کے کشور میں میرے فتنہ شباب کی غارت گری کیا بلاوجہ مشہور ہے؟ نہیں! ایسا نہیں ہے! میری عشوہ طرازیوں کی تلوار زنگ آلود نہیں ہوئی ہے میرے ترکش کا تیر آج بھی بے خطا ہے۔ میری حشر بر پا رعنائیوں میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا ہے۔ یہی شخص۔ انسانوں کی پرسوز فطرت سے محروم نظر آتا ہے۔

پھر سوچتی ہے۔......

''نہیں میرا خیال غلط ہے یہ کوئی بہت اونچے کردار کا آدمی ہے کسی نوجوان لڑکی پر نگاہ اٹھانا شریف انسانوں کا ہرگز شیوہ نہیں ہے۔ لیکن ہوش کے شیطان پر فتح پانے والے نوجوان آج کہاں ہیں؟ ہوسکتا ہے اس کا چہرہ مہرہ انسانوں جیسا ہو لیکن فطرت یقیناً فرشتوں کے تقدس میں ڈھلی ہوئی ہے۔

چند ہی دنوں کی مدت میں نوجوان کی پارسائی، شرافت ونیک نامی اور زہد وعبادت کا چرچا سارے شہر میں پھیل گیا تھا، اس کے عارض تاباں، شباب رعنا اور درخشاں پیشانی کا سحر بڑے بڑے عشوہ ناز کا غرور توڑ چکا تھا اب حسن کی دنیا اس کی ایک نگاہ التفات کے لئے سیماب کی طرح تڑپنے لگی تھی۔ لیکن خود اس کے دل کی لذتوں کا کیف ساری دنیا سے نرالا تھا اسے اسلام عزیز تھا۔ اسلام کی برتری اور نیک نامی عزیز تھی اور بس۔ اس کے قیام کو ایک ماہ سی زائد ہوچکا تھا۔ لیکن جب بھی حکیم کے سامنے وہ اسپین جانے کی بات چھیڑتا تو ایسا لگتا کہ حکیم کے دل پر کوئی بجلی گر پڑی ہے۔ یکا یک اس کا مسکراتا ہوا چہرہ ماند پڑ جاتا حکیم اسے اپنے گھر کی رونق وبرکت سمجھتا تھا۔ نوجوان بھی نہیں چاہتا تھا کہ اپنے محسن کا دل توڑ کر وہ چلا جائے۔

ایک دن وہ عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر جب مہمان خانے میں واپس ہوا تو سارے گھر میں ایک کہرام مچا ہوا تھا حکیم شدت اضطراب میں اپنا سینہ پیٹ رہا تھا۔ فارینا پچھاڑ کھا کھا کر زمین پر لوٹ رہی تھی۔ سب سے برا حال اس کی ماں کا تھا وہ صدمہ کی تاب نہ لاکر بیہوش ہوگئی تھی۔ اچانک یہ کیفیت دیکھ کر نوجوان سکتے میں آگیا۔ حیرت کے عالم میں حکیم کا ہاتھ پکڑ کر ایک کنارے لے گیا اور اپنی قریب بٹھاتے ہوئے نہایت تسلی آمیز لہجے میں اس سے دریافت کیا۔

آخر اچانک کیا حادثہ پیش آگیا ہے از راہ کرم میری حیرت کا ازالہ کیجئے۔ یک بیک یہ کیسی قیامت ٹوٹ پڑی ہے مجھے فوراً بتایئے۔ کافی دیر کے بعد حکیم نے اپنے اضطراب کی شدت اور بے تحاشا گرنے کی کیفیت پر قابو پایا اور بلبلاتی ہوئی آواز میں رک رک کر ایک نہایت لرزہ خیز حیرت افزا اور انسانیت سوز واقعہ کی اطلاع دی۔

کافی دیر تک نوجوان حیرانی کے عالم میں حکیم کی بےچینیوں پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا اس حقیقت کا سراغ لگانے کے لئے اس کے دل کا اضطراب دم بدم بڑھتا جارہا تھا کہ بغیر کسی ظاہری سبب کے گھر میں ہر طرف کہرام کیوں مچا ہوا ہی غم کا تلاطم کچھ سکون پذیر ہوا تو حکیم نے یہ حیرت انگیز داستان سنائی۔

ہمارا یہ شہر جو عین سمندر کے ساحل پر آباد ہے اب سے پہلے سمندر کے ہولناک تلاطم میں غرقاب ہوچکا ہے جب جب اس شہر پر تباہی آئی یہاں کی باشندے اپنی املاک وجائیداد چھوڑ کر پیچھے ہٹتے گئے اور اس یقین کی نشاندہی پر دوسری جگہ ایک نیا شہر آباد کیا گیا کہ یہ مقام سمندری طوفان کی زد سے باہر ہے لیکن وائے افسوس! کہ چند سال کے بعد جب شہر کی آبادی شباب پر پہنچ گئی تو اچانک سمندر کی لہریں قیامت کی طرح سر اٹھائے ہوئے شہر پناہ کی دیواروں سے ٹکرانے لگیں اور چند ہی گھنٹے نہیں گزرنے پائے کہ سارا شہر سمندر کی بلاخیز موجوں کے نیچے صفحۂ ہستی سے غائب ہوگیا۔ دسویں بار جب جزیرے کی سب سے اونچی سطح پر یہ شہر آباد کیا گیا تو ایک جادوگر نے بتایا کہ سمندر کے ساحلی علاقے پر ایک دیو کا قبضہ ہے وہ کبھی یہاں کے باشندوں کو چین سے نہیں رہنے دے گا یہ معلوم کرکے شہر کے راجہ نے اس جادوگر سے درخواست کی کہ وہ کوئی بھی ایسی تدبیر عمل میں لائے جس سے شہر کا مستقبل محفوظ ہوجائے۔ جادوگر نے کئی دن کی محنت وغور کے بعد راجہ کو بتایا کہ اس کی ایک ہی تدبیر ممکن ہے اگر اسے عمل میں لانے کا وعدہ کیجئے تو میں بتاؤں۔

راجہ نے دوسرے دن شہر کے تمام لوگوں کو جمع کیا انہیں ساری تفصیل بتائی اور دریافت کیا کہ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں جادوگر سے وعدہ کرلوں۔ ہر طرف سے آواز آئی کہ شہر کے مستقبل کا تحفظ ہمارے ہر مفاد سے بالاتر ہے۔ ضرور وعدہ کرلیا جائے۔

راجہ کے وعدہ کرلینے کے بعد جادوگر نے بتایا کہ سمندر کے اندر چالیس قدم کے فاصلے پر جس طرح بھی ممکن ہو پانی میں ایک مندر بنایا جائے جس کی قد آدم کھڑکیاں پچھم کی طرف کھلتی ہوں اور اس کے دروازے کا رخ پورب کی طرف ہو۔ مندر کی تعمیر مکمل ہوجانے کے بعد ہر چھ مہینے پر شہر کی ایک حسین دوشیزہ منتخب کرکے عین چودھویں رات میں مندر کے اندر منتقل کردی جائے۔ صبح کے وقت اس کی مردہ لاش جس کی ''دوشیزگی'' زائل ہوچکی ہوگی مندر سے نکال کر سمندر میں بہادی جائے چونکہ راجہ قوم کی طرف سے زبان ہار چکا تھا اس لئے دل پر جبر کرکے لوگوں نے جادوگر کی اس تجویز کو قبول کرلیا۔

حکیم نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اس واقعہ کو بیس برس سے زائد ہوگئے اس وقت سے آج تک ہر

چھ مہینے پر شہر کی ایک حسین دوشیزہ سمندر دیو کی بھینٹ چڑھائی جاتی ہے راجدھانی میں دوشیزاؤں کے انتخاب کے لئے باضابطہ ایک محکمہ کھول دیا گیا ہی۔ سنبلوغ کو پہنچنے کے بعد محکمے کے دفتر میں شہر کی ہر خوبصورت لڑکی کا نام اندراج ریاست کی قانون کی رو سے نہایت ضروری ہے۔

دستور کے مطابق ہر چھ مہینے پر چاند کی ۱۲ تاریخ کو قرعہ اندازی کے ذریعہ جان اور عصمت کی بھینٹ چڑھانے کے لئے شہر کی دوشیزاؤں میں سے کسی کا انتخاب عمل میں آتا ہے یہاں پہنچ کر اچانک حکیم کے جذبات میں رقت انگیز تلاطم کی کیفیت پیدا ہوگئی آنکھیں ڈبڈبائیں۔ صبر وشکیب کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے لگا۔ غم کی چوٹ ضبط نہ ہوسکی تو منہ سے چیخ نکل پڑی۔ نوجوان نے غمگسار ہمدردیوں کے ساتھ پھر اسے تسلی دی کافی دیر کے بعد جب کچھ افاقہ ہوا تو حکیم سے یہ سوال کیا۔

تمہاری اس پوری داستان میں ہمارے اس سوال کا جواب کہیں نہیں ہے کہ بغیر کسی ظاہری سبب کے اچانک تمہارے یہاں صف ماتم کیوں بچھی ہوئی ہے۔

حکیم نے تھرتھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا وہی بات تو منہ سے نہیں نکل رہی ہے۔ سوچتا ہوں تو کلیجہ پھٹ جاتا ہے تم جانتے ہو کہ میری جواں سال بیٹی فارینا مجھے کتنی لاڈلی ہے ہمارے چمنستان آرزو کی تنہا وہ ایک مہکتی ہوئی کلی ہے اس کے چہرے کی روشنی سے میرے گھر میں امیدوں کا چراغ جلتا ہے ہائے اب ہم اس کے بغیر کیسے زندہ رہ سکیں گے۔

نوجوان نے حیرت سے پوچھا خدا خیر کرے اچانک اسے کیا ہوگیا ہے۔ بڑی مشکل سے ڈوبے ہوئے جذبات میں یہ الفاظ حکیم کے منہ سے نکل سکے کہ آج شام کو محکمے کا افسر یہ اطلاع دے گیا ہے کہ اس مرتبہ قرعہ اندازی میں فارینا کا نام نکل آیا ہے۔ کل چودھویں رات کی چاندنی میں ریاست کی پالکی دروازے پر لگ جائے گی اسے دلہن کی طرح بنا سنوار کر تیار رکھا جائے۔

ہائے میری فارینا! یہ الفاظ فضا میں گونجے اور حکیم صدمے کی شدت سے بیتاب ہوکر بے ہوش ہوگیا۔ نوجوان نے حکیم کو ہوش میں لانے کے لئے اس کے منہ پر پانی چھڑکا اور کچھ پڑھ کر دم کیا اچانک اس نے آنکھیں کھول دیں جب کچھ حالت سنبھل گئی تو نوجوان نے اسے اپنے قریب بٹھایا اور دل کی اتھاہ ہمدردیوں کے ساتھ اس سے یوں مخاطب ہوا۔

میرے محسن تمہارا غم مجھ سے نہیں دیکھا جاتا میں کبھی گوارا نہیں کرسکتا کہ میرے ہوتے ہوئے تمہاری خوشی کا چمن اجڑ جائے یقین رکھو اپنی جان کی بازی لگا کر میں تمہاری مسرتوں کو واپس لانے کی کوشش کروں گا۔ صرف میری ایک پیش کش قبول کرلو۔ دو ہی چار جملوں میں حکیم کا چہرہ امید کی کرن سے چمک اٹھا حیرت ومسرت کی ملی جلی کیفیت میں نوجوان سے دریافت کیا۔

''میں تمہارے حکم کی تعمیل کرسکتا ہوں؟''

نوجوان نے جواب میں کہا۔ ''تمہیں صرف اتنا کرنا ہوگا کہ کل چاندنی رات میں جب پالکی دروازے پر لگ جائے تو اپنی فارینا کے عوض مجھے بٹھا دینا۔''

حکیم نے اپنی آواز کا تیور بدلتے ہوئے کہا۔

''ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ! فارینا کے جنازے پر آنسو بہا کر میں صبر کرسکتا ہوں لیکن اپنی غیرتوں کی لاش پر تابہ زلیت مجھے ماتم کرنا ہوگا۔ میں کبھی اسے برداشت نہیں کرسکوں گا کہ بیٹی کی زندگی پر اپنے معزز مہمان کو بھینٹ چڑھاؤں۔ اپنے دامن پر ایک مقدس مسافر کے خون کا دھبہ میں ہرگز نہیں قبول کروں گا۔

نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میرے غمگسار میزبان! میں تمہیں اندھے اعتقاد کی تاریکی سے باہر نکالنا چاہتا ہوں۔ میرے ہاتھوں یقین کی جو تلوار ہی اس کی کاٹ سے تم ابھی واقف نہیں ہو۔ اس تلوار سے چشم زدن میں بڑی بڑی باطل قوتوں کا سر میں نے قلم کرکے رکھ دیا ہے۔ شاید ابھی تم میری باتوں کا اعتبار نہ کرسکو۔ لیکن گرہ باندھ لو کہ صبح کے وقت مندر کا دروازہ کھلتے ہی تمہاری آنکھوں کی پٹی بھی کھل جائیگی پرسوں کا آفتاب اس وقت تک طلوع نہیں ہوگا جب تک کہ اس جزیرے کی تاریخ کا ایک نیا دور نہ شروع ہوجائے۔

حکیم نے استعجاب کے ساتھ دریافت کیا۔

''کیا واقعی تم اس مہیب اور خوفناک دیو پر غالب آجاؤ گے جس نے نو مرتبہ ہماری جیتی جاگتی دنیا کو فنا کے گھاٹ اتار دیا ہے اور سینکڑوں عفت مآب دوشیزاؤں کا خون پی کر جس کی بیہمانہ قوتوں کا اندازہ اب ہمارے قیاس سے باہر ہوگیا ہے۔''

نوجوان نے جھنجھلاتے ہوئے جواب دیا۔

''معزز حکیم! اطمینان رکھو ایک دردناک مصیبت کے وقت میں تم سے مذاق نہیں کررہا ہوں۔ میرا لفظ لفظ حقیقت کی شہادتوں سے بوجھل ہے حق کی توانائی کا تماشا دیکھنے کے لئے کل رات کی سحر کا انتظار کرو۔

نوجوان کی گفتگو سے حکیم کی مسرتوں کی کوئی انتہا نہ رہی امیدوں کے نشے میں سرشار ہوکر اٹھا اور گھر کے صحن میں دوڑ تی ہوئی جانوں کو یہ مژدہ جاں فزا سنایا۔

ایک خوشگوار امید کے سہارے حکیم اور اس کی بیوی کے غم کا طوفان تھم گیا۔ لیکن فارینا کی رات انتہائی بے چینی میں گزری نوجوان کے لئے ایک نامعلوم اضطراب کی آگ رہ رہ کر اس کے دل میں بھڑک رہی تھی۔ اسے خطرے کا نشانہ بنا کر اپنی سلامتی کی قطعاً وہ کوئی خوشی محسوس نہیں کررہی تھی۔ اسی فکر میں غلطاں وپیچاں رات بھر وہ کروٹ بدلتی رہی کہ کسی طرح بھی نوجوان کو اپنے ارادے سے باز رکھا جائے لیکن نوجوان کے آہنی عزم کے سامنے اب کسی کی زبان نہیں کھل سکتی تھی۔

آج چودھویں رات تھی لیکن شام ہی سے فضاؤں پر سوگوار اداسیوں کا سایہ مسلط ہوگیا تھا۔ شہر کے ہزاروں نوجوان فارینا کے غم میں تڑپ رہے تھے۔ ہر گلی میں ماتم وفغاں کا ایک شور برپا تھا۔ فارینا کی تنہا زندگی ہزاروں زندگیوں کی امیدوں کا سررشتہ تھی آج جزیرے کی آبادی ایک بے مثال دیکتا پری جمال حسینہ کے وجود سے خالی ہونے والی تھی۔

راجدھانی کی سلامتی کے لئے ایک عظیم قربانی کی تقریب میں شہر کے سارے معززین حکیم کے دروازے پر جمع ہوگئے تھے ہر شخص کی زبان پر حکیم اور اس کے گھر والوں کے لئے تحسین وآفریں اور صبر وتسلی کے کلمات جاری تھے۔

دستور کے مطابق ٹھیک ایک پہر شب گزر جانے کے بعد پھولوں میں بسی ہوئی راج دربار کی پالکی حکیم کے دروازے پر آکر لگ گئی۔ پالکی کی کھڑکیوں پر مخمل کے ند نگار پردے لٹک رہے تھے۔ پیچھے بھینٹ چڑھانے کی رسومات کا سامان لئے ہوئے نیم برہنہ پجاریوں کا ایک دستہ کھڑا تھا۔ کئی مہینہ کی مدت قیام میں آج پہلی مرتبہ نوجوان نے حکیم کے زنانخانے میں قدم رکھا تھا۔ سورج غروب ہونے سے پہلے ہی وہ اندر کی خالی کوٹھڑی میں داخل ہوگیا

تھا۔ وہیں اس نے مغرب اور عشاء کی نماز ادا کی۔ دستور کے مطابق غروب آفتاب کے بعد بھینٹ چڑھنے والی دوشیزہ کی کوٹھڑی میں کوئی نہیں داخل ہوسکتا تھا۔ کسی کو چہرہ دیکھنے کی بھی اجازت نہیں تھی ماں باپ بھی اس کے قریب نہیں جاسکتے تھے۔ اب وہ بالکل پرایا مال ہوجاتی تھی۔

پالکی کے ہمراہ راج دربار سے بھینٹ چڑھائی جانے والی دلہن کے لئے مخصوص جوڑے بھی آئے تھے۔ مندر کے ایک پجاری نے جوڑے کا صندوق نوجوان کی کوٹھڑی کے دروازے پر رکھا اور یہ آواز دیتا ہوا چلا گیا۔ ''جلوس کی روانگی کا وقت ہوگیا ہے اب جوڑے پہن کر فوراً تیار ہوجاؤ؟'' نوجوان نے صندوق کھول کر جوڑا نکالا اور اپنے پہنے ہوئے کپڑوں پر اسے پہن لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مندر کے پجاری آئے اور دروازے پر کھڑے ہوگئے۔

مہنت نے کہا۔ ''اب کوٹھری سے باہر نکل آؤ۔ پالکی دروازے پر لگ گئی ہے۔'' نوجوان اپنے جسم کو چادر میں لپیٹے، منہ چھپائے، کنواری لڑکیوں کی طرح شرماتے لجاتے، سسکیاں لیتے ہوئے باہر نکلا اور پھول کی طرح آہستہ آہستہ زمین پر قدم رکھتے ہوئے پالکی کے قریب پہنچا۔ مہنت نے آگے بڑھ کر پالکی کا پردہ اٹھایا اور نوجوان اس کی اندر داخل ہوگیا۔ جیسے ہی پالکی اٹھی حکیم کا پیمانہ ضبط ٹوٹ گیا۔ آج ایک پردیسی مہمان کے جذبہ اخلاص اور وفا کا آخری امتحان تھا۔ انجام کے اندیشے سے بے ساختہ اس کے منہ سے چیخ نکل پڑی۔ صبر و تسلی دینے والے احباب پہلے ہی سے تیار کھڑے تھے۔ ہاتھوں ہاتھ لیا۔

فارینا گھر میں موجود نہیں تھی۔ سرشام ہی اسے کسی محفوظ جگہ پر منتقل کردیا گیا تھا۔ حکیم کی بیوی بھی نوجوان کی خداکاری پر اپنا سر پیٹ رہی تھی۔

پالکی شہر کی شاہراہوں سے گزری ہوئی سمندر کے ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ایک پہر رات گزر جانے کے باوجود تمام راستوں پر تماشائیوں کی ٹھٹ لگے ہوئے تھے۔ جذبہ عقیدت میں ہر طرف سے پھولوں کی بارش ہو رہی تھی۔ تماشائیوں کا یہ ہجوم سمندر کے ساحل تک پالکی کے ہمراہ چلتا رہا۔ مندر تک لے جانی والے راستے کے سرے پر پہنچ کر پالکی زمین پر رکھ دی گئی اور ہجوم کو الٹے پاؤں رخصت کردیا گیا۔ مہنت نے پالکی کا پردہ اٹھا کر آواز دی، ''پالکی سے اتر آؤ۔ یہاں سے مندر تک پیدل چلنا ہوگا۔'' سر سے پاؤں تک چادر لپیٹے منہ چھپائے نوجوان باہر نکلا اور مہنت کے پیچھے پیچھے مندر کی طرف بڑھنے لگا۔ مندر کی عمارت کے سامنے پہنچ کر مہنت نے دروازہ کھولا اور نوجوان کو اندر داخل کر کے باہر سے مقفل کردیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ منتر پڑھ کر رسومات ادا کیے اور اس کے بعد وہاں سے الٹے پاؤں رخصت ہوگیا۔

دروازہ مقفل ہوجانے کے بعد نوجوان نے زنانہ لباس اتار کر باہر پھینک دیا۔ چاندنی رات میں کھلی کھڑکیوں سے سمندر کی خوفناک لہروں کا طوفان صاف دکھائی پڑتا تھا۔ رات کی تنہائی سناٹے کا عالم اور منٹ منٹ پر بلا خیز موجوں کے تصادم کی آواز دل ہلا دینے کے لئے کافی تھی۔ لیکن نوجوان پر حالات کی وحشت و ہیبتنا کی کا مطلق کوئی اثر نہیں تھا۔ حکیم کی زبانی اسے معلوم ہو چکا تھا کہ دیو کے آنے کا وقت رات ڈھل جانے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ ابھی رات کا صرف ایک پہر گزرا تھا نوجوان نے ہمت و خیال کی بکھری ہوئی طاقتوں کو سمیٹنے اور اعتماد و یقین کے معنوی ہتھیاروں سے اپنے آپ کو مسلح کرنے کے لئے نماز کی نیت باندھ لی۔ حضور قلب اور نشاط بندگی کے ساتھ وہ رات ڈھلنے تک نماز میں مصروف رہا اب دل کی راہ سے عرش الٰہی اور گنبد خضریٰ کا فاصلہ اتنا قریب ہوگیا تھا کہ وہ کھلی آنکھوں سے کارساز کی قدرتوں کا تماشا دیکھ رہا تھا اب وہ اکیلا نہیں تھا اس کے جلوہ میں رحمتوں کے قافلے اتر آئے تھے۔ کفر و طغیان کے چڑھے ہوئے سمندر کا غرور توڑنے کے لئے اسکی آنکھوں میں غیرت حق کا جلال امنڈ رہا تھا اس کے خون کے قطرے قطرے میں یقین کیتوانائی جاگ اٹھی تھی۔ جیسے ہی رات کی زلف سیا کمر سے نیچے ڈھلک کر آئی اچانک سمندر کی فضا ایک بھیانک ماحول میں تبدیل ہونے لگی نوجوان بھی ایمان و یقین کے بھپرے ہوئے تیور کے ساتھ اٹھا اور سمندر کی طرف رخ کر کے کھڑا ہوگیا کچھ ہی لمحے کے بعد دور سمندر کی سطح پر پہاڑ کی طرح کوئی بھاری بھرکم سایہ اسے حرکت کرتا ہوا نظر آیا جیسے جیسے وہ قریب ہوتا جارہا تھا نوجوان کے یقین کی تلوار بے نیام ہوتی جارہی تھی پلک جھپکتے ایک نہایت مہیب اور بھیانک دیو سامنے کھڑا تھا۔ آنکھوں سے چنگاری برس رہی تھی ماتھے پر سینگ کی طرح دو نکیلی برچھیاں کھڑی تھیں۔ سر سے لیکر پاؤں تک دہشت و خوف کا ایک ہیبتناک سراپا بڑے سے بڑے جیوٹ کو بھی لرزہ براندام کردینے کے لئے کافی تھا لیکن نوجوان کے دل پر اس ہولناک منظر کا قطعاً کوئی اثر نہیں تھا۔

نگاہیں دو چار ہوتے ہی نوجوان نے بآواز بلند آیۃ الکرسی شریف کی تلاوت شروع کی قرآن کی جلالت شان سے سمندر کا کلیجہ ہل گیا اور توحید الٰہی کی سطوت جلال سے فضا بوجھل ہوگئی۔ اب نوجوان کی آواز دمبدم تیز ہوتی جارہی تھی ایک صف شکن مجاہد کی طرح ہاتھوں میں قہر الٰہی کی تلوار لئے ہوئے وہ دیو کو ہلاک کردینے پر تل گیا تھا۔ ایمانی جلال کے تیور مین ڈوبے ہوئے ایک ہی نعرہ تکبیر نے کفریت کا کلیجہ شق کردیا۔ چمکتی ہوئی آنکھوں سے ایک چنگاری اڑی اور سمندر کی فضا دھوئیں سے بھر گئی ایک مرد مومن کی روحانی توانائیوں نے سمندر کے خوفناک دیو کا کام تمام کردیا تھا جو عفریت سالہا سال سے انسانی آبادیوں کا خون چوس رہا تھا آج ایمان کی مخفی طاقتوں کے آگے اس کی خدائی کا سارا طلسم ٹوٹ کے رہ گیا۔

فضا صاف ہوئی تو نوجوان نے دیکھا کہ بہت دور ایک سیاہ دھبہ سمندر میں تحلیل ہو رہا تھا۔ بلاساختہ نوجوان کی پیشانی سجدہ شکر کے لئے جھک گئی اسے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ قرآن کے وعدوں پر اسے کے یقین کو ایک نئی زندگی مل گئی تھی اس کی دانست میں ایک بندہ مومن کا یہ سب سے قیمتی سرمایہ تھا جو محفوظ رہا حجاز کی سرزمین پر کائنات کی راجدھانی میں اس نے سرشام ہی ایک پیغام بھیجا تھا اپنے آقا کی چارہ گری پر وہ فخر و ناز سے مچل مچل اٹھتا تھا کہ اس کی فریاد رائیگاں نہیں ہوئی مدینے کے آسمان سے عین اس وقت رحمتوں کا قافلہ اترا جبکہ وہ سمندر کے سنسان ویرانے میں تنہا تھا اور ایک خوفناک دیو چنگھاڑتا ہوا قریب سے قریب تر ہوتا جارہا تھا۔ سرورد کیف کی ایک رقت انگیز کیفیت میں صبح تک اس کی آنکھوں کا سیلاب نہیں پیشانی میں سجدے مچلتے رہے اور ایمان و یقین کے چراغوں کی لو تیز ہوتی رہی۔

ذہن کی خاموش سطح پر بار بار یہ تصور ابھرتا رہا کہ نکھرے ہوئے ایمان میں کائنات کی کیسی کیسی طاقتیں جذب ہوگئی ہین دل کا یقین اگر سلامت ہے اور روح کا رشتہ غیبی حقیقتوں سے مربوط ہے تو تنہا ایک مرد مومن ساری دنیا کو فتح کرسکتا ہے۔ معنوی قوتوں پر ایمان لانے کے لئے اب اسے کسی دلیل کی حاجت نہیں تھی کھلی آنکھوں سے اس نے

آسمانوں کے دروازے کھلتے ہوئے دیکھے تھے اور اور گنبد خضریٰ میں فریادوں کے باریاب ہونے کی آواز اس نے ماتھے کے کانوں سے خود سنی تھی۔ اب وہ اپنے ماتھے کی آنکھ سے حقیقتوں کا تماشائی تھا۔ وہ انہیں تصورات کی لذتوں میں گم تھا کہ ملاحوں کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اب سحر ہو چکی تھی نماز فجر کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

شہر والوں کے لئے اس طرح کی چودھویں راتیں اجنبی نہیں تھیں سینکڑوں بار گزر چکی تھیں شہر کی تاریخ میں نوجوان دوشیزاؤں کی لاشوں کا انبار لگ چکا تھا۔ اب اس طرح کی راتوں میں سوائے گھر والوں کے کسی کے یہاں بھی کوئی خاص اضطراب نہیں محسوس کیا جاتا تھا۔ آج بھی ساری رات حکیم کے گھر پر ایک کہرام برپا رہا کسی کی آنکھوں میں نیند نہیں آئی سب سے زیادہ بے چین فارینا تھی اسے رہ رہ کر نوجوان کا خیال ستا رہا تھا رات ڈھل جانے کے بعد اس کا اضطراب ناقابل برداشت ہو گیا تھا کیونکہ سمندری دیو کے آنے کا یہی وقت تھا وہ بار بار سوچتی تھی کہ نوجوان پر کیا گزری ہوگی۔ صبح کا اجالا جب ہر طرف پھیل گیا اور لوگوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی تو راجہ کے کارندے حکیم کے گھر پر آموجود ہوئے کیونکہ دستور یہ تھا کہ لڑکی کا باپ ہی صبح کے وقت مندر کا دروازہ کھولتا تھا اور وہی اس کی بے جان لاش کو مندر کے باہر پجاریوں کے حوالے کرتا تھا تاکہ وہ اسکی آخری رسومات ادا کریں سوائے حکیم اسکی بیوی اور فارینا کے سارا شہر یہی جانتا تھا کہ دیو کی بھینٹ چڑھانے کے لئے قرعہ اندازی میں فارینا کا نام نکلا تھا پالکی میں اسی کو مندر تک پہنچایا گیا اسی خیال کے مطابق فارینا کے باپ کو راجہ کے کارندے ایک جلوس کے ساتھ مندر کی طرف لے کر چلے۔ مندر کی حدود سے باہر ہزاروں تماشائیوں کا ہجوم شہر کی سب سے حسین دوشیزہ کی لاش دیکھنے کیلئے ٹکٹ باندھے کھڑا تھا۔

مندر کے دروازے تک پہنچ کر پجاری رک گئے حکیم نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے مندر کا قفل کھولا۔ اب دروازہ کھولتے ہوئے اس کا دل دھڑک رہا تھا کہ معلوم نہیں نوجوان کا کیا انجام ہے۔ ہمت کر کے جونہی دروازہ کھولا تو یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا کہ نوجوان سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ پجاری ایک غیر متوقع صورت دیکھ کر دہشت و حیرت سے چیخ پڑے بجلی کی طرح یہ خبر تماشائیوں تک پہنچ گئی۔ سارے شہر میں ایک تہلکہ مچ گیا راجہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ اپنے مصاحبین کے ساتھ دوڑا ہوا مندر کے دروازے پر پہنچا۔ ابھی تک نوجوان مندر کے اندر ہی کھڑا تھا۔ راجہ نے حیرت سے اسے دیکھا اور رعب و دہشت سے آنکھیں بند کر لیں۔ نوجوان نے باہر نکل کر راجہ کو تسلی دی کہ دہشت زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے = میں وہی نوجوان ہوں جو کئی مہینے سے حکیم کے مکان پر مقیم ہوں۔ مجھے جب یہ معلوم ہوا کہ برسہا برس سے ایک سمندری دیو آپ کے شہر کو غارت کر رہا ہے اور اس کے قہر و ظلم سے محفوظ رہنے کے لئے آپ کی حکومت ہر چار مہینے پر شہر کی ایک نوجوان دوشیزہ کو اس کی بھینٹ چڑھاتی ہے تو میں اس لرزہ خیز واقعہ سے تڑپ اٹھا۔ میرے پاس ایک ایسی طاقت ہی کہ اس کے زریعہ میں بڑے سے بڑی دیو پر فتح پاسکتا ہوں اسلیئے میں نے اپنے معزز میزبان سے درخواست کی کہ وہ فارینا کے بدلے مجھے دلہن بنا کر پالکی میں سوار کرادے تاکہ مین سمندری دیو کے قہر وستم سے اس شہر کی کنواری لڑکیوں کو نجات دلاسکوں۔ کافی اصرار کے بعد حکیم اس سنگین اقدام کے لئے تیار ہوا اور گذشتہ شب فارینا کے بجائے مجھے اس مندرہ میں مقفل کردیا گیا۔

یہاں تک پہنچ کر وہ خاموش ہوا ہی تھا کہ راجہ نے مضطربانہ انداز میں اس سے سوال کیا۔

گذشتہ شب میں دیو کے ساتھ کیا ماجرا پیش آیا اس کی تفصیل معلوم کرنا چاہتا ہوں نوجوان نے نہایت شان استغنا کے ساتھ جواب دیا۔

''وہی ماجرا پیش آیا جس کی توقع تھی رات ڈھل جانے کے بعد وہ اپنے معمول کے مطابق آیا اور مندر کی کھلی ہوئی کھڑکی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ میں ایمان و یقین کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر پہلے ہی سے اس کا منتظر تھا وہ جیسے ہی سامنے آیا میں نے اپنا عمل شروع کیا اور چند ہی منٹ میں اس کی قوتوں کا سارا طلسم ٹوٹ کے رہ گیا جلال حق کی ایک چنگاری نے اس کے دھنویں اڑا دئے۔ راجہ نے حیرت کی ساتھ دریافت کیا۔ اس کی ہیبت ناک شکل کا سامنا کرتے ہوئے کیا تم پر خوف نہیں طاری ہوا۔

نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا ایک بندہ مومن کو سوائے خدا کی کسی سے خوف نہیں ہوتا۔ اب سارا شہر اس نوجوان کو دیکھنے کیلئے بیتاب تھا فارینا بھی خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی نوجوان کی فتح و کامرانی سے اس کی زندگی میں امیدوں کی ایک نئی سحر لیکر طلوع ہو گئی تھی وہ نہایت بے چینی کے ساتھ اس موقع کا انتظار کر رہی تھی جبکہ نوجوان کے اخلاص و ہمدردی کا شکریہ ادا کرے۔

راجہ نوجوان کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے جیسے ہی مندر سے باہر نکلا پ تماشائیوں کے ہجوم نے نوجوان کو فرط عقیدت سے سر پر اٹھالیا۔ راج محل تک ساری رہگذر پر مشتاقاب دید دورویہ کھڑے تھے نوجوان جن جن راستوں سے گزر رہا تھا۔ ہر طرف پھولوں کی بارش ہو رہی تھی۔ اس واقعہ سے لوگوں کے دلوں میں نوجوان کی عظمت و برتری کا سکہ بیٹھ گیا تھا۔

راجہ نے نوجوان کے اعزاز میں شہر کے سارے معززین کو اپنے دربار میں جمع کیا سمندری دیو کے قہر وستم سے نجات کے سلسلے میں یہ شہر کا پہلا اجتماع تھا۔ جو نوجوان کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے منعقد کیا گیا تھا۔ سب سے پہلے راجہ نے کھڑے ہو کر ان لفظوں میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔

معزز شہریو! آج صدیوں کے بعد وہ دن میسر آیا ہے کہ ہم نے ایک بہت بڑے خوفناک دشمن پر فتح پائی ہے اور اس عظیم الشان فتح کا سہرا اس نوجوان کے سر ہے جو چند مہینوں سے ہمارے شہر میں مقیم ہے۔ جس دیو کو ہم اپنی موت وحیات کا مالک سمجھے ہوئے تھے آج نوجوان نے اس کے فریب کا طلسم توڑ دیا ہے۔ نوجوان نے جس طاقت کے بل پر اس موذی دشمن کا قطع قمع کیا ہے دراصل اسی طاقت کے آگے ہمیں اپنا سر جھکا دینا چاہئیے۔ وہی دین سچا اور غالب ہے جس کے فیضان نے نوجوان کو ایک عجیب وغریب ہستی کا مالک بنا دیا ہے۔ کیوں نہ اس نعمت کے شکرانے میں ہم سب کے سب اسی دین کو قبول کر لیں۔

شہر کے ایک ذی اخر شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔

''اس احسان کے بدلے میں نوجوان کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ لیکن جہاں تک نوجوان کے دین قبول کرنے کا سوال ہے اس سلسلے میں میری حقیر رائے یہ ہے کہ ابھی عجلت سے کام نہ لیا جائے۔ بھینٹ چڑھانے کی اب جو تاریخ آرہی ہے اس میں ایک بار اور آزمائش کر لی جائے۔ اگر سمندری دیو نہیں آیا تو ہم نوجوان کی روحانی طاقت اور اس کے دین کی برتری بے چون و چرا تسلیم کر لیں گے۔''

راجہ کے ساتھ سارے مجمع نے اس رائے کی تائید کی۔

اسی ضمن میں ایک دانشور نے کھڑے ہوکر کہا کہ اس رائے میں اتنا اور اضافہ کردیا جائے کہ اس بار دستور کے مطابق شہر کی نوجوان دوشیزہ بھی مندر کے اندر مقفل کی جائے تاکہ نوجوان کی روحانی توانائی کا پورے طور پر امتحان ہوجائے

نوجوان نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ ہمارا مقدس دین کسی بھی اجنبی مرد اور عورت کو تنہائی میں جمع ہونے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اسلئے اسمیں اتنی ترمیم ضرور کردی جائے کہ نوجوان دوشیزہ مندر کے اندر مقفل رہے گی اور میں باہر پہرہ دوں گا۔

لوگوں نے بیک زبان کہا کہ یہ صورت تو اور بھی ہمارے لئے اطمینان بخش ہے۔

آج پھر وہی چودھویں رات تھی پھر بھینٹ چڑھانے کے لئے شہر کی ایک دوشیزہ منتخب کی گئی اور دستور کے مطابق ایک پہر رات ڈھل جانے کے بعد اسے مندر میں مقفل کردیا گیا۔ آج کی رات اس لحاظ سے نہایت اہم رات تھی کہ اس کی صبح کو کئی ہزار انسانوں پر ابدی سعادتوں کا دروازہ کھلنے والا تھا آج بھی نوجوان کا سینہ گریہ ومناجات کے سوز وگداز سے معمور ہوگیا تھا۔ آج نوجوان کی صرف روحانی توانائی کا نہیں اس کے پیارے دین کا بھی امتحان تھا۔ آدھی رات ڈھل جانے کے بعد پھر وہی درد وکرب میں ڈوبی ہوئی فریادیں، پھر وہی آیات الٰہی کی حق افروز تلاوتیں شروع ہوگئیں آج نوجوان پر ایسی رقت انگیز کیفیت طاری تھی کہ بار بار رحمت خداوندی اس کا منہ چوم رہی تھی رات ڈھلتی رہی اور نوجوان کی اشکبار آنکھوں کا تلاطم دم بدم بڑھتا رہا۔ آدھے سے زیادہ حصہ رات کا گزر چکا تھا لیکن دیو کی امد کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا اسی عالم شوق میں ستارے ڈوبنے لگے اور سمت مشرق سے سحر کی سپیدی نمودار ہوئی۔ جیسے ہی ملاحوں کی آواز کان میں گونجی نوجوان عالم بیخودی سے چونک اٹھا دیکھا تو سمندر کی شفاف موجوں پر سحر کا اجالا چمک رہا تھا۔ اذان دے کر نماز فجر ادا کی اور پروردگار عالم کے حضور میں سجدہ شکر کے لئے گر پڑا آج اس نے اپنے دین کا سر اونچا کردیا تھا۔

آج سارا شہر انتظار کی بے چینیوں میں رات بھر جاگتا رہا جیسے ہی سورج کی ٹکیہ چمکی، ہزاروں پروانوں کا ہجوم مندر کی طرف دوڑ پڑا۔

راجہ بھی اپنے عملے کے ساتھ مندر کے لئے روانہ ہوا۔ سمندر کے ساحل پر قدم رکھتے ہی اس کی نظر نوجوان پر پڑی جو ہاتھ پھیلائے دعا مانگ رہا تھا نوجوان کو سلامت دیکھ کر راجہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی راجہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مصاحبین نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ نوجوان دوشیزہ کا حال دیکھ کر ہی کوئی آخری فیصلہ کیا جاسکتا ہے؟ نہایت بیتابی کے عالم میں راجہ نے حکم دیا کہ پچھلے دستور کو بالائے طاق رکھ کر آج مندر کا دروازہ کوئی بھی کھولے۔

کئی ہزار تماشائیوں کی آنکھیں ٹکٹکی باندھے ہوئے مندر کے دروازے پر لگی ہوئی تھیں جونہی دروازہ کھلا شہر کی دوشیزہ سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی یہ منظر دیکھ کر سارا مجمع فرط مسرت میں بے قابو ہوگیا۔ نوجوان کو اپنی آنکھوں میں بٹھا لینے کیلئے پروانوں کا اضطراب ناقابل برداشت ہوتا جا رہا تھا۔ بڑی مشکل سے راجہ نے عقیدت وشوق کی امنڈتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی اور نوجوان کی پابوسی کے لیے مجمع سے چند لمحے کی مہلت طلب کی جب مجمع کچھ پرسکون پذیر ہوا تو راجہ نے لڑکی سے رات کی سرگزشت دریافت کی۔

لڑکی نے جواب دیا۔ رات کی عجیب وغریب سرگزشت سننا چاہتے ہیں تو اس کی ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ شہر کے سارے مرد وعورت، بچے اور بوڑھے کسی میدان میں جمع کیجئے۔ راجہ نے لڑکی کی اس شرط کو منظور کرلیا۔ اس کے بعد نوجوان اور لڑکی کو اپنی ہمراہ لئے ہوئے مندر سے روانہ ہوا۔

راجہ کے کارندے ہر طرف اعلان کرتے پھر رہے تھے کہ شہر کے تمام لوگ فلاں میدان میں جمع ہوجائیں ہزاروں ہزار افراد ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آن کی آن میں مقرر کردہ میدان میں اکٹھا ہوگیا۔ عین شدت انتظار کے عالم میں راجہ نے کھڑی ہوکر اعلان کیا کہ مندر میں رات گزارنے والی لڑکی رات کی سرگزشت سنانا چاہتی ہے۔ آپ حضرات غور سے سنیں۔ لڑکی نی نہایت دلیری کی ساتھ کھڑے ہوکر کہا۔

''میرے بزرگو! میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں اس خوشنما منظر کی تصویر کھینچ سکوں جو رات میری نگاہ سے گزر چکی ہیں۔ میں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ آسمان سے روشن چراغوں کی قطار اتری اور نوجوان کے سینے میں جذب ہوگئی۔ کئی بار فضاؤں میں نور کے بادل منڈلائے ہوئے دیکھے اور نوجوان پر برس کر چلے گئی۔ یہ نوجوان اس دنیا کا آدمی نہیں معلوم ہوتا۔ رات ڈھل جانے کی بعد دیو کے خطرے سے میرا خون سوکھتا جا رہا تھا۔ لیکن نوجوان کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات کی برکت سے دور دور تک اس موذی دیو کی کہیں پر چھائیں بھی نظر نہیں آئی۔ بلاشبہ وہ کلام دل کی گہرائی میں اتار لینے کے قابل ہے یہ اعلان کرنے کے لئے میری روح بے چین ہے کہ میں نے نوجوان کا وہ دین قبول کرلیا ہے۔ جس کی برکتوں کی پہلی بارش سمندر کے ساحل پر ہوئی ہے لڑکی کی بات ابھی ختم بھی نہ ہو پائی تھی کہ راجہ نے جذبات کے تلاطم میں شرابور ہوکر اعلان کیا۔

''میں نوجوان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بغیر کسی تاخیر کے ہمیں اور ہماری ساری رعایا کو اپنے سچے دین میں داخل کرلے۔

آج کلمہ توحید کی سربلندی کا دن تھا اسلام کی فتح کے اعتراف میں گردنیں خود بخود جھکی جارہی تھیں پر نوجوان نصرت الٰہی کی بارش میں اس درجہ شرابور تھا کہ بمشکل تمام اس نے کئی ہزار انسانوں سے کلمہ توحید ورسالت کا اقرار لیا۔ دولت ایمان سے ساری آبادی کو مالا مال کرچکنے کے بعد اسنے راجہ کے ہاتھ سے اسی میدان میں ایک عظیم الشان مسجد کی بنیاد رکھوائی۔

وہ نظارہ چشم فلک کے لئے بڑا ہی کیف آور تھا جبکہ اسی میدان میں نماز کے لئے پہلی بار ہزاروں فرزندان توحید کی قطار کھڑی تھی اور نوجوان کی اقتدار میں بیک وقت سارا شہر خدائے قدوس کے آگے سجدہ ریز تھا۔

شام کو جب نوجوان حکیم کے گھر گیا تو فارینا نیچی نگاہ کئے سامنے آئی اور نوجوان کا شکریہ ادا کیا نوجوان نے فارینا کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ اسلام اپنی بیٹیوں کو کسی نامحرم کی سامنے جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ جہاں تک دیو کے چنگل سے تمہاری نجات کا سوال ہے اس کے لئے میں شکریہ کا طلبگار نہیں ہوں وہ میرے ایمان واسلام کا ایک خاموش فرض تھا جسے میں نے انجام دیا اس کے پیچھے انسانی ہمدردی کا اور کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہے اس کے بعد چند مہینے اس جزیرے میں قیام کرکے نوجوان نے بہت سارے افراد کو قرآن کی تعلیم دی اور انہیں دین کی تفصیلات سے آگاہ کیا وہ دن اس شہر والوں کے لئے قیامت سے کم نہیں تھا جس دن اسپین کا ایک تجارتی جہاز ساحل پر لنگر انداز ہوا اور سارے شہر نے برستی ہوئی آنکھوں سے نوجوان کو رخصت کیا۔

محبت رسول ﷺ سے سرشار دل غیر اللہ سے نہیں ڈرتے

عشق رسول سے مزین خوشبودار تحریر

دعوت اسلام اصفہانی سیل

محبت حیرت انگیز اثر رکھتی ہے...... اور جب وہ انسان کے فکر وشعور پر چھا جاتی ہے تو محبوب کے سوا کچھ نظر نہیں آتا

آئی جو ان کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

محبت کی نظر محبوب پر رہتی ہے...... وہ دیکھتی ہے کہ محبوب کیا کہہ رہا ہے!...... محبوب کیا کر رہا ہے!...... جو وہ کہتا اور کرتا ہے۔ یہ بھی وہی کہتی اور کرتی چلی جاتی ہے...... اس کے دل میں کوئی وسوسہ نہیں آتا...... تمام اندیشوں سے پاک مردانہ وار آگے بڑھتی ہے

مثالی معاشرے کی لئے ضروری ہے کہ قلب ونظر کا ایک اور صرف ایک مرکز ہو...... وہی ایک جس کی نظر نہیں...... وہی ایک جس کی مثال نہیں...... ماضی میں، نہ حال میں اور نہ مستقبل میں...... جو اس ایک سے وابسطہ ہوگیا وہ در در کی ٹھوکروں سے آزاد ہوگیا یہ وہی تو ایک ہے کہ جب دنیا والے اس کو ٹھکرا رہے تھے تو اس کا مولیٰ اس کو آفتاب عالم تاب بنا رہا تھا...... ہاں وہ افق عالم سے آفتاب ہدایت بن کر ابھرا اور دیکھتے ہی دیکھتے سارے عالم پر چھا گیا از آن کی آن میں گرتی ہوئی قوم کو اس بلندی پر لے گیا کہ سارے

حیات کیا ہے؟ خیال ونظر کی مجذوبی
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گوناگوں

چشم عالم نے ایسے حیرت ناک مناظر دیکھے ہیں...... یہ محبت ہی کی جلوہ گری تھی کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے آگ کو آگ نہ سمجھا...... یہ محبت ہی کی کرشمہ سازی تھی کہ اسمٰعیل (علیہ السلام) نے جان کو جان نہ سمجھا...... عقل کہتی ہے، یہ کیا ہوگیا؟...... محبت کہتی ہے، یہ ہونا چاہئے تھا، ہاں

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

جس طرح کشش ثقل سے نظام عالم برقرار ہے اسی طرح محبت کی کشش سے عالم انسانیت قائم ودائم ہے......

عالم نے اس کو ابھرتے چڑھتے اور سرفراز ہوتے دیکھا...... ہمارے دلوں میں وہی تھا...... مگر اب کیا ہوگیا......؟ خلوت خانہ دل میں سب ہی ہیں مگر وہ نہیں...... تو آؤ خانہ دل کو صاف کریں اور اس کو بسائیں جو بسانے کے قابل ہے...... یہ وہی ہے جس کی خوشبو سے دو عالم کی فضائیں مہکتی تھیں...... یہ وہی ہے جس نے ڈوبتی دنیا کو سہارا دیا، یہ وہی ہی جس نے اندھیروں میں اجالا کیا...... یہ وہی ہے جس نے جاں بلب انسانیت کو زندگی بخشی...... یہ وہی ہے جس نے وحشیوں کو جینا سکھایا اور غلاموں کو جہاں آراء وجہاں بال بنایا...... یہ وہی ہے جس نے خود کچھ نہ رکھا، سب کچھ لٹا دیا...... جس نے ہماری آسائش کے لئے اپنا آرام تک تج دیا

...... ہاں یہ محبوب دل لگانے ہی کے قابل ہے...... پیروی و اطاعت ہی کے لائق ہے...... جانثاری اور فدا کاری ہی کے سزاوار ہے

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

سنو! سنو! قرآن کیا کہہ رہا ہے! :-

"آپ فرما دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے من بھاتے مکان...... اگر یہ سب چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری معلوم ہوتی ہوں تو پھر راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم نافذ کرے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

بلاشبہ محبت رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جان ایمان ہے...... اور اطاعت اس محبت کا عملی مظہر ہے۔ جس کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:-

(ب) اطیعوا اللہ واطیعوا الرّسول

"فرما دیجئے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو"

(ج) من یطع الرّسول فقد اطاع اللہ

"جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی"

(د) ما اٰتکم الرّسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا

"یہ رسول جو تمہیں دے، لے لو اور جس سے منع کرے، بچتے رہو"

ہاں بے شک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، اللہ کی اطاعت ہے، اسی لئے آپ نے جلال رسالت میں فرمایا:-

"سن لو مجھے قرآن عطا ہوا ہے اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل...... خبردار! کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا یہ کہے گا کہ یہی قرآن لئے رہو، اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو، جو حرام پاؤ، اسے حرام سمجھو، حالانکہ جو چیز اللہ کے رسول نے حرام کی ہے وہ ایسی ہی ہے جیسے اللہ نے حرام کی ہو۔"

"کیا تم سے کوئی تخت پر تکیہ لگائے گمان کرتا ہے کہ اللہ نے بس یہی چیزیں حرام کی ہیں جو قرآن میں لکھی ہوئی ہیں؟ سن لو! خدا کی قسم میں نے حکم دئے، نصیحتیں کیں اور بہت چیزوں سے منع کیا کہ وہ قرآن کی حرام کی ہوئی چیزوں کے برابر بلکہ ان سے زیادہ ہیں۔"

ان کو ایک آن پسند نہیں کہ ان کے چاہنے والے ان سے صرف نظر کرلیں اور دوسروں کی چاہت کا دم بھریں..... دیکھو کیا فرما رہے ہیں:-

فمن رغب عن سنتی فلیس منی

''جو میرے قدم بقدم نہیں چلتا وہ میرا ہے ہی نہیں،، غور کرو اور سوچو کہ جو ان کا نہیں تو پھر اس کا کہاں ٹھکانہ؟ اللہ بھی اس سے خفا۔

باباطاہر نے کیسی درد بھری رباعی کہی ہے!..... وہ کہتا ہے

خدایا وا کیاں شم و اکیاں شم
بایں بے دست و پائی و اکیاں شم
ہمہ از در براند وا تو آیم
تو ہم کز در برانی وا کیاں شم

''خدایا! میں کہاں جاؤں، میں کہاں جاؤں! ہائے اس بے دست و پائی میں کہاں جاؤں؟ سب، در سے ٹھکراتے ہیں تو تیرے پاس آتا ہوں، تو نے بھی اگر ٹھکرادیا تو بتا پھر کہاں جاؤں؟''

وہ بڑا غیور تھا..... محبت اور غیرت کا چولی دامن کا ساتھ ہے..... ہاں وہ بہت ہی غیور تھا..... وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے چاہنے والے اس کی روش کو چھوڑ دیں اور پھر بھی اس کی محبت کا دم بھریں..... دیکھو دیکھو! مدینہ منورہ میں ایک صحابی عبد بن خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) چلے جارہے ہیں..... تہ بند بندھا ہے اور ٹخنوں سے ڈھلک رہا ہے..... اچانک پیچھے سے آواز آتی ہے:-

ارفع ازارک فانہ اتقیٰ وابقیٰ

''تہبند اونچا کرو، اس میں پرہیز گاری بھی ہے اور پائیداری بھی،،

مڑ کر جو دیکھا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں..... وہ اپنے رفیقوں پر بڑے کریم تھے، اسی کرم پر نظر رکھتے ہوئے عبد بن خالد نے عرض کیا:-

''یہ تہبند سفید اور سیاہ دھاری دار ایک چادر ہی تو ہے،،

عبد بن خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی یہ بات پسند نہ آئی..... جان رسالت میں فرمایا:-

اما لک فی اسوة

''کیا میری روش میں تیرے لئے نمونہ نہیں؟''

فضا میں ایک لرزش سی پیدا ہوئی..... یہ الفاظ کیا ارشاد ہوئے، بجلی سی کوند گئی۔

اللہ اکبر! عشق کی ایک ایک ادا کی نگرانی تھی!..... کوئی ایسا محبوب دکھائے تو سہی!..... ہر عاشق، محبوب کی بے اعتنائی کا شکوہ کرتا نظر آتا ہے..... مگر یہاں حریم جاناں میں توجہ سے کوئی محروم نہیں..... سب کو نواز رہے ہیں..... سب فیضیاب ہو رہے ہیں۔

نگاہ ناز کے پیہم اشارہ ہائے لطیف
شکست شیشہ دل، بار بار، کیا کہنا!

مجازی عاشقوں کا حال آپ نے دیکھا ہوگا..... اپنے معشوقوں کے اشاروں پر چلتے رہتے ہیں..... جو کہتا ہے کرتے چلے جاتے ہیں..... اسی کا رنگ ڈھنگ اپناتے ہیں..... جس راہ پر وہ چلاتا ہے، چلتے چلے جاتے ہیں..... یہ ان محبوبوں کی اطاعت کا حال ہے جو بے وفا ہوسکتے ہیں، جو ظالم ہوسکتے ہیں، جو جفا شعار ہوسکتے ہیں..... تو وہ محبوب سب محبوبوں سے زیادہ اطاعت کا مستحق ہے جو رؤف و رحیم ہے..... اگر باطل محبوبوں کے اشاروں پر چلا جاسکتا ہے تو اس سچے محبوب کے اشاروں پر کیوں نہیں چلا جاسکتا؟..... عقل سلیم جواب دے!..... دل دردمند جواب دے!

محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ عاشق، محبوب کے رنگ طبع کو دیکھے..... جو وہ کرے، وہی کرتا چلا جائے..... صحابہ کی مقدس جماعت نے یہی کیا اور وہ پایا جو ہزار جانکاہی اور جانفشانی کے بعد بھی ہم نہیں پاسکتے..... ہماری محبت کو ہمہ وقت عقل ڈستی رہتی ہے کہ کریں تو کیا کریں؟..... یہی کیوں کریں، وہ کیوں نہ کریں؟..... چلیں تو کس طرف چلیں؟..... اسی طرف کیوں چلیں اس طرف کیوں نہ چلیں؟

مجازی عاشقوں کا حال آپ نے دیکھا ہوگا..... اپنے معشوقوں کے اشاروں پر چلتے رہتے ہیں..... جو کہتا ہے کرتے چلے جاتے ہیں..... اسی کا رنگ ڈھنگ اپناتے ہیں..... جس راہ پر وہ چلاتا ہے، چلتے چلے جاتے ہیں..... یہ ان محبوبوں کی اطاعت کا حال ہے جو بے وفا ہوسکتے ہیں، جو ظالم ہوسکتے ہیں، جو جفا شعار ہوسکتے ہیں..... تو وہ محبوب سب محبوبوں سے زیادہ اطاعت کا مستحق ہے جو رؤف و رحیم ہے..... اگر باطل محبوبوں کے اشاروں پر چلا جاسکتا ہے تو اس سچے محبوب کے اشاروں پر کیوں نہیں چلا جاسکتا؟..... عقل سلیم جواب دے!..... دل دردمند جواب دے!

ہم کچھ نہ تھے، اس کے کرم نے سب کچھ بنادیا

ہیچم ما گر تو بازستانی متاع خویش
دارد دو عالم از تو کثیر و قلیل را

ذرا اس پیدا کرنے والے سے اپنی پیدائش کی داستان تو سنو!

۱۔ ولقد خلقنا الانسان من سللة من طین
''بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا''

۲۔ ثم جعلنہ نطفة فی قرار مکین
''پھر ہم نے اسے پانی کی ایک بوند بنا کر ایک محفوظ مقام (رحم مادر) میں رکھا۔''

۳۔ ثم خلقنا النطفة علقة
''پھر ہم نے اس بوند کو خون بستہ بنایا''

۴۔ فخلقنا العلقة مضغة
''پھر ہم نے اس خون بستہ کو پارۂ گوشت بنایا۔''

۵۔ فخلقنا المضغة عظما
''پھر ہم نے اس پارۂ گوشت سے ہڈیاں بنائیں۔''

۶۔ فکسونا العظم لحماً
''پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا''

۷۔ ثم انشانا خلقاً اخر
''پھر ہم نے اسے اور ہی شکل وصورت میں اٹھان دی (اور کیا سے کیا بنادیا)

اللہ اکبر!..... ہم کہاں سے چلے اور کہاں پہنچے!..... خاک کو اکسیر بنادیا گیا..... ذرّے کو آفتاب بنادیا گیا..... فتبٰرک اللہ احسن الخٰلقین..... اللہ بڑی برکت والا اور سب سے بہتر بنانے والا ہے..... بیشک اس نے انسان کو سب سے بہترین ساخت میں بنایا..... لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم..... صرف ایک وجود بے بود ہی نہیں بنایا..... وہ تو مصوّر ہے..... ھو اللہ الخالق البارئی المصوّر۔

وہ اللہ ہی ہے جو بناتا بھی ہے، پیدا بھی کرتا ہے اور خط و خال سے چہروں کو سنوارتا بھی ہے..... ہاں بہترین خط و خال بنائے..... کرم بالائے کرم..... خلق السمٰوٰت والارض بالحق وصوّرکم فاحسن صورکم والیہ المصیر..... اس نے آسمان وزمین بنائے اور سچائی کے ساتھ بنائے اور تمہاری تصویر بنائی، پس کتنے اچھے خط وخال

بنائے! فطرة الله التى فطر الناس عليها

اب جب اس نے اپنے کرم خاص سے ہم کو بنایا، پیدا کیا اور اچھی اچھی صورتیں دیں تو کیا ہم کو یہی سزاوار ہے کہ ہم ان صورتوں کو بگاڑتے چلے جائیں؟ اور اس حال میں بگاڑتے چلے جائیں کہ وہ ہمارے ساتھ ساتھ ہے...... هو معكم اينما كنتم ...... وہ ہماری رگ جاں سے بھی زیادہ ہمارے قریب ہے ...... ونحن اقرب اليه من حبل الوريد

داڑھی رکھنا نئی چیز نہیں، داڑھی منڈانا نئی چیز ہے ...... قدیم قوموں میں داڑھی رکھتی چلی آئی ہیں ...... چنانچہ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:-

(ا) عشرته من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية

''دین فطرت میں دس چیزیں ہیں، لبیں تراشنا اور داڑھی بڑھانا''

ایک اور حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں:-

(ب) فسبحنه ما اسخف عقول قوم طوّلو الشارب واعفوا اللحىٰ عكس ما عليه فطرة جميع الامم قد بدّلوا فطرتهم نعوذ بالله

''سبحان اللہ! ان لوگوں کی عقل کس قدر بے مایہ ہے جنہوں نے مونچھیں بڑھائیں اور داڑھیاں پست کیں ...... پچھلی قوموں کی جو فطرت ہے، انہوں نے اس کے بالکل برعکس کیا، اپنی فطرت وخلقت ہی بدل دی، خدا کی پناہ!''

فطری ودیعتیں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں چنانچہ قران پاک میں نوع انسانی میں رنگوں کے اختلاف اور زبانوں کے اختلاف کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں قرار دیا ہے۔ داڑھی فطری ودیعت اور اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے، اسی لئے فرمایا:-

يا يها الذين امنو الاتحلو ا شعائر الله

''اے ایمان والو! اللہ کی نشانیاں نہ مٹاؤ''

شعائر اللہ کا یہ احترام ہی تھا جس نے حضرت ہارون علیہ السلام کو مجبور کیا کہ وہ اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ فرمائیں:-

يبنؤم لاتاخذ بلحيتى

''اے میرے ماں جائے میری داڑھی تو نہ پکڑو''

تو قرآنی آیات اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ داڑھی کوئی نئی چیز نہیں، تمام انبیاء علیھم السلام کی امتیں داڑھی رکھتی چلی آئی ہیں، اسلام دین فطرت ہے اور ہر نبی نے اسی دین فطرت کا پرچار کیا، دین فطرت میں کوئی بات غیر فطری ہو ہی نہیں سکتی بلکہ یہ تو ان باتوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے جو فطرت کے تقاضوں کے خلاف ہیں اور ان باتوں کو قائم کرنے کے لئے جو عین فطرت ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:-

ومن اظلم ممن منع مسجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعىٰ فى خرابها

''اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس نے اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کے ذکر سے لوگوں کو روکا اور ان کو اجاڑنے کی کوشش کی''

اب ذرا غور فرمائیں:-

(ا) مساجد انسان کی تعمیر ہیں،

(ب) مساجد کا مقصد توحید، ذکر الٰہی ہے،

(ج) مساجد عظمت اسلام کی نشانی ہیں،

اب مزید غور فرمائیں:-

(ا) داڑھی اللہ کی تعمیر ہے،

(ب) داڑھی کا مقصد توحید اتباع خدا ورسول ہے جو ذکر کی جان ہے،

(ج) داڑھی اسلام کی نشانی ہے اور اس سے شوکت اسلام کا اظہار ہوتا ہے، تو اب یہ حقیقت قابل توجہ ہے کہ جو مسجد انسان کی تعمیر تھی، مقام ذکر الٰہی اور شعار عظمت اسلام ہونے کی وجہ سے اس کے اجاڑنے والے کو معاشرے کا ظالم ترین انسان قرار دیا گیا...... تو جو داڑھی اللہ کی بنائی ہوئی ہو، سراپا ذکر الٰہی اور عظمت اسلام کی نشانی ہو، اللہ ورسول کے حکم کے خلاف اس کا اجاڑنے والا اللہ ورسول کی نظر میں کیا ہوگا؟

شعار اسلام کی بات تو بہت اونچی ہے...... اللہ ورسول نے تو ان چیزوں کو مٹانے کی ممانعت فرمائی ہے جن سے انسان کے دنیوی فائدے وابستہ ہیں چنانچہ حضور ﷺ نے ملک شام جانے والی فوج کو جو ہدایات جاری فرمائیں، ان میں یہ ہدایات بھی تھیں:-

(ا) کھجور یا کوئی دوسرا درخت نہ کاٹنا،

(ب) نہ کوئی عمارت مسمار کرنا

ڈاکٹر ہنز کریوز نے لکھا ہے:-

''جس طرح دشمن کے یرغمالی سپاہیوں کو قتل کرنے کی ممانعت ہے اسی طرح غیر ضروری تباہی اور غارت گری کی بھی ممانعت ہے''

درختوں کو کاٹنے اور عمارتوں کو مسمار کرنے کی اس لئے ممانعت فرمائی کہ اس سے انسانی معیشت اور معاشرت متاثر ہوتی ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے جو مذہب انسان کے دنیوی امور میں اتنا حساس ہے، وہ اس کے دینی امور میں کتنا حساس ہوگا!

لیکن یہاں یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ اصل چیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع وپیروی ہے اگر وہ مٹانے کا حکم دیں گے تو جس چیز کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگائی گئی تھی، وہ فوراً مٹادی جائے گی...... جب مساجد کی حفاظت اور تکریم وعزت کا حکم ملا تو یہی کیا گیا اور جب مسجد ضرار کے متعلق یہ حکم ملا:-

والذين اتخذوا مسجداً ضراراً وكفراً وتفريقاً بين المؤمنين ...... لاتقم فيه ابداً

''اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی نافرمانی، پھوٹ ڈالنے اور مسلمانوں کے دل جدا کرنے کے لئے مسجد بنوائی...... ہاں اس میں کبھی بھی کھڑے نہ ہونا''

چنانچہ یہ مسجد حضور ﷺ کے حکم سے ڈھادی گئی اور اس کی جگہ شہر کا کوڑا ڈالا جانے لگا......

اسی طرح جب درختوں کی حفاظت کا حکم ہوا تو حفاظت کی گئی اور جب کاٹنے کا حکم دیا گیا تو درخت کاٹ کر پھینک دئے گئے ...... چنانچہ بنی نضیر اپنے قلعوں میں پناہ گزیں ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کے درخت کاٹنے کا حکم دیا اور ایسا ہی کیا گیا

تو اصل مدعا اللہ ورسول کے احکام کی پیروی ہے...... جب وہ حفاظت کا حکم دیں گے تو معمولی سے معمولی چیز کی حفاظت کی جائیگی اور جب وہ مٹانے کا حکم دیں گے تو بڑی سے بڑی چیز قربان کردیجائیگی......

کیا آپ نے نہ دیکھا کہ جس جان کی حفاظت فرض ہے وہ اسکے حکم پر میدان جنگ میں کس طرح خوشی خوشی دے دی جاتی ہے؟...... بیشک جو جان نافرمانی میں ضائع کی گئی اس کے لئے جہنم ہی جہنم ہے...... اور جو جان فرمانبرداری اور اطاعت شعاری میں دی گئی اس کیلئے جنت ہی جنت ہے۔

اللہ ورسول کے احکام ایسے نہیں جن میں ان کا نفع ہو ...... نہیں نہیں حکم دینے والے بے نیاز ہیں ...... ایک عطا کرنیوالا ہے، دوسرا تقسیم کرنیوالا ہے...... انما انا قاسم والله يعطى...... ان کے ہر حکم میں سراسر ہمارا ہی فائدہ ہے...... اللہ ورسول کا کوئی فائدہ نہیں...... مگر بتانے والوں نے اس طرح بتایا کہ جیسے وہ بے نیاز، نیاز مند ہے...... نفس کا حال یہ ہے کہ اسی وقت رغبت ہوتی ہے، جب اپنا فائدہ نظر آتا ہے...... نفس کے اس چلن سے ابلیس نے فائدہ اٹھایا اور بندگان خدا کو امیدیں دلا دلا کر خوب گمراہ کیا...... اور اللہ کی طرف جانے والے، ابلیس کی طرف جانے لگے......

☆......☆......☆

بیماریاں اور ان کا علاج

سنگر ہنی

مجھے بدخوابی کی شکایت تھی۔ آپ کے مشورے پر عمل کرنے سے ٹھیک ہو گئی۔ اب کچھ عرصے سے غذا کے بعد اجابت آ جاتی ہے اور آدھ گھنٹہ کے اندر اندر ٹوائلٹ جانا پڑتا ہے۔ مقامی طبیب نے دوا دی ہے، کچھ فایدہ بھی ہے مگر معدے میں درد ہونے لگا ہے۔ کھانا کھاتے ہی ایسا لگتا ہے کہ کھانا حلق میں پھنس گیا ہو پھر لمبے لمبے ڈکار آتے ہیں تو کچھ چین آتا ہے۔

منیبہ جاوید کورنگی

مشورہ

حب خلتیت دو عدد غذا کے گھنٹے بھر بعد پانی سے کھائیں، دن میں دو بار۔ انشاء اللہ فائدہ ہو گا۔ غذا شدید بھوک کے بغیر نہ کھائیں۔ دو غذاؤں کے درمیان چھ سات گھنٹے کا وقفہ ضرور رکھیں۔ دو گھنٹے روزانہ کوئی کھیل کود بھی کریں۔

عجیب سا جسم

بچپن سے ہی خوراک کم کھاتا تھا جس کی وجہ سے کمزور ہو گیا۔ دو سال سے باڈی بلڈنگ کر رہا ہوں اس سے جسم کچھ عجیب سا ہو گیا ہے۔ کندھے دو گنے چوڑے ہو گئے ہیں۔ باقی جسم ویسے کا ویسا ہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری پسلیاں کھلیں اور چوڑی ہوں اور کمر بھی چوڑی ہو۔

ساجد ندیم کراچی

مشورہ

آپ اپنی غذا ٹھیک کریں۔ جب غذا کچھ عرصہ کھالیں تو کسی اچھے جاننے والے کی نگرانی میں باڈی بلڈنگ کریں از خود ورزش نہیں کرنی چاہئے۔ عام طور پر اچھی غذا کے ساتھ دو گھنٹے کھیل کود کافی ہوتا ہے۔ ورزش اور باڈی بلڈنگ کے لیے ہیلتھ کلب تو لوگ بنا لیتے ہیں مگر ان میں اچھا انسٹرکٹر بھی ہونا چاہئے جو ورزش کے طریقے اور حسب ضرورت ہدایات بھی دے اور نگرانی بھی کرے کہ جسم بنے نہ کہ بگڑے۔

کان کا مسئلہ

میری عمر 15 سال ہے۔ میرا مسئلہ کان کا ہے۔ تین چار سال کی عمر میں کان سے پیپ آتی تھی۔ ڈاکٹری علاج سے قطرے ڈالنے سے پیپ آنی بند ہو گئی تھی۔ اب ایک سال سے دوبارہ کان سے پانی آنے لگا، مہینے دو مہینے کے بعد کان میں ٹیسیں بھی ہوتی ہیں، خارش اور درد بھی ہوتا ہے، میں اچھی طرح صفائی کر لیتی ہوں مگر پھر بھی پانی بھر جاتا ہے۔ اس پانی میں بدبو بھی ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے کان اکڑ جاتا ہے کان کو چھونے سے تکلیف بھی ہوتی ہے۔ میں اس مسئلے سے بہت پریشان ہوں۔

سمیرا اسلم کھاریاں

مشورہ

آپ نے یہ نہیں لکھا کہ آپ کے کون سے کان میں تکلیف ہے۔ نزلہ زکام اور قبض کی شکایت تو نہیں رہتی۔ یہ بھی لکھنا چاہئے تھا۔ ایک تولہ نیم کے پتے ایک تولہ خالص شہد کو ایک پاؤ پانی میں اچھی طرح جوش دیں پھر چھان کو پانی سے کان کو پچکاری کے ذریعے سے صاف کریں اور صاف ستھری روئی کو شہد خالص میں لت کر کے باریک کی ہوئی پھٹکری ذرا سی چھڑک کر کان میں رکھیں، تین دن اس طرح کریں پھر چوتھے دن پچکاری بند کر دیں اور صرف روئی کی بتی کو شہد میں لت کر کے اوپر انزروت باریک کر کے چھڑک دیں اور بتی کو کان میں رکھیں، چار پانچ دن اسی طرح کر کے دوبارہ لکھیں انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

ریشہ اور گیس

میری عمر ساٹھ سال ہے۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے پیٹ میں گیس بہت بھرتی ہے۔ بہت سی دیسی ادویات استعمال کی ہیں لیکن افاقہ نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ کیرا بہت گرتا ہے۔ چھاتی ہر وقت ریشے سے اٹی رہتی ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ یہ علامات گرمیوں کم سردیوں میں زیادہ ہوتی ہیں۔ سر میں ہر وقت درد رہتا ہے اور یادداشت بھی بہت کمزور ہو چکی ہے۔

عمر، ساہیوال

مشورہ

حب حلتیت دو عدد صبح و شام کھائیں۔ غذا کے بعد اصلی جوارش جالینوس آدھی آدھی چائے کی چمچی دوپہر، رات کو کھائیں۔ چاول، دودھ، ٹھنڈی کھٹی چیزوں سے پرہیز کریں۔

آپ کے خطوط

ایڈیٹر کا مراسلہ نگاروں کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں......ادارہ

گلوبلائزیشن

کہا جاتا ہے کہ آج کل کا دور گلوبلائزیشن کا دور ہے اور دنیا نے ایک عالمی گاؤں کی حیثیت حاصل کر لی ہے مگر کیا کبھی کسی نے سوچا کہ گلوبلائزیشن کے ذریعے صرف مغربی معاشرے نے ہی کیوں ترقی کی۔ آخر مشرقی معاشرہ کیوں آگے نہیں آیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغرب کے تمام معاشرے ان کی حیا و ایمان رخصت ہونے کے بعد تو تباہ ہو رہی چکے ہیں اور اب وہ یہ چاہتے ہیں کہ یہ تباہی مشرق میں بھی پھیلے لہٰذا انھوں نے گھناؤنے میٹھی گولی کا سہارا لیا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ برگر اور فرنچ فرائز ہر جگہ عام ہیں جبکہ لسی اور پراٹھے کہیں نہیں، جینز جیسے لباس نے شلوار قمیض کی اہمیت کو بالکل ہی ختم کر دیا ہے اور رہی سہی کسر خود مسلمانوں نے ان چیزوں کو اپنا کر نکال دی ہے۔ اس سیٹلائٹ کے دور میں جہاں فاصلے گھٹ گئے ہیں اور مشرق و مغرب قریب آ گئے ہیں ایسے میں ہمارا فرض بنتا ہے کہ مغرب کی نقالی کرنے کے بجائے مشرقی اقدار اور ثقافت کو فروغ دیں تاکہ گلوبلائزیشن کے نام پر مشرقی ثقافت کو ختم کرنے والے اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکیں اور انہیں منہ کی کھانی پڑے۔

شازیہ تبسم کراچی

غیروں کی اندھی تقلید

ہر سال پوری دنیا میں یوم مئی ''یوم مزدور'' منایا جاتا ہے۔ قارئین کی معلومات میں اضافہ کیلیے بہت عرصہ قبل امریکا کی ریاست (شکاگو) میں مزدوروں نے اپنے حقوق کی خاطر ایک ''احتجاجی مظاہرہ'' نکالا۔ پولیس نے اندھا دھند لاٹھی چارج اور پھر گولی چلائی اور اس سے چند مزدور ہلاک ہو گئے۔ قارئین یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ جس جگہ امریکا (شکاگو) میں یہ واقعہ پیش آیا وہاں کوئی تقریب یا چھٹی نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس دیگر ممالک میں جلوس اور جلسے ہوتے ہیں۔ یوم مئی کے موقع پر محنت کش، مزدور اور ان کے لیڈر سڑکوں پر آ کر اپنا کام چھوڑ کر مظاہرے یا جلوس نکالتے ہیں۔ یوم مئی ہو، عالمی حقوق یا یوم خواتین، ہمارے اسلام نے آج سے ساڑھے چودہ صدیاں پہلے وہ تمام حقوق بہ تمام و کمال عطا فرما دیے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ''محنت مزدوری کرنے والا اللہ تبارک وتعالیٰ کا دوست ہے۔'' ایک اور جگہ آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ ''مزدور کو اس کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔'' جہاں تک پاکستان جیسے اسلامی نظریاتی ملک میں یوم مزدور منانے کا تعلق ہے۔ اس دن کا تعلق ہماری مذہبی اقدار اور نہ قومی روایات سے ہے۔ یہ ایک بھیڑ چال ہے۔ جس میں ہم پاکستانی آنکھیں بند کر کے ''جت جاتے ہیں۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ ہمارے محنت کش اور سادہ لوح باوقار پاکستانی ترقی کے پاسبان مزدور اور ان کے لیڈر غیر مسلم مزدوروں کی یاد میں یہود و نصاریٰ کے آرڈر کے پابند ہیں پھر جہالت کی یہ انتہا ہے کہ ان شکاگو (امریکا) کے مزدوروں کو شہداء کا مرتبہ دے کر بڑے زور اور فخر سے نعرے لگاتے ہیں۔ شرم کا مقام اور اسے کم عقلی کہتے ہیں۔ بس ہمارے اپنے پاکستانی بھائیوں خصوصاً وطن عزیز کی عزت اور ترقی کے محافظ مزدور اور محنت کش بھائیوں سے التماس ہے کہ ایسے ایام جن کا کوئی تعلق ہماری ثقافت، مذہب یا قومی روایات یا مذہبی اقدار سے نہ ہو، ان ایام کو منانا درست نہیں۔ خدارا ہوش میں آیئے! اور ایسے ایام مناتے وقت ان کی حکمت اور پس منظر دیکھ لیا کریں۔ افسوس کا مقام ہے کہ اس دن چھٹی کی کیا منطق اور وجہ ہے؟ موجودہ حکومت سے گزارش ہے کہ اس چھٹی کو ختم کر کے ''شب برأت'' پر چھٹی دی جائے تاکہ مسلمان اس مبارک رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عقل و شعور سے نوازے۔ (آمین)

محمد نواز بٹ......شیخوپورہ

مصنوعی گرانی

میں قیمتوں کے ضابطہ ادارے کی توجہ روہڑی میں باڑوں کے مالکان کی جانب سے دودھ کی قیمتوں میں بلاجواز اضافے پر مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ گذشتہ دنوں روہڑی شہر میں باڑے والوں نے بغیر کسی وجہ سے دودھ کی قیمت میں 4 روپے فی لیٹر کا اضافہ کر دیا ہے۔ جس پر شہریوں نے احتجاج کیا لیکن مقامی حکومت دوسرے تمام معاملات کی طرح اس مسئلے پر بھی سرد مہری کا مظاہرہ کر رہی ہے اور شہریوں کو گراں فروشوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ تمام ذمہ دار حکام سے درخواست ہے کہ براہ مہربانی روہڑی کے شہریوں کو مصنوعی مہنگائی کے عذاب سے نجات دلائی جائے اور باڑے کے مالکان کو سابقہ نرخ پر دودھ فروخت کرنے کا پابند بنایا جائے نیز قیمتوں کو کنٹرول کرنے کیلیے ایک مستقل اور جامع نظام وضع کیا جائے تاکہ آئندہ کوئی بھی قیمتوں میں من مانا اضافہ کرنے سے باز رہے۔

اقوام متحدہ اور او آئی سی کی بے چارگی

اب تک ہم نے او آئی سی کی بیچارگی دیکھی تھی کہ ہمارے مسلم حکمران او آئی سی کے اجلاس میں بیٹھ کر تقریریں کرتے ہیں، مذمت کرتے ہیں اور قرار دادیں پاس کرتے ہیں لیکن اس کی حیثیت کسی سیاسی جماعت کے جلسے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ جس پر عملدرآمد کے آثار بھی کبھی ممکن نظر نہ آتے اور اس کی بے چارگی پر تو ہم نے ہمیشہ ہی آہیں بھری ہیں۔ لیکن اقوام متحدہ تو بڑا منظم اور مضبوط ادارہ ہے جس میں پانچ سپر پاورز بھی شامل ہیں جن کو ویٹو کرنے کا حق حاصل ہے۔ جو پوری دنیا میں اقوام متحدہ کی پالیسیوں اور قراردادوں کو پورا کروانے کے لیے سرگرم عمل رہتی ہے۔ کہنے کو تو اقوام متحدہ کا ادارہ اقوام متحدہ ہی ہے۔ لیکن اس نے ہمیشہ اقوام مغرب کی ہی ترجمانی کی ہے اور مسلم حکمرانوں نے ہمیشہ خوف سے لرزہ براندام ہو کر اقوام متحدہ کے ہر ناجائز مطالبہ کو بھی مانا ہے کہ اقوام متحدہ سے انحراف کا مطلب دنیا سے کٹ جانا ہوگا۔ اور مختلف مشقتیں اور پابندیاں برداشت کرنا ہوں گی۔ جس کو برداشت کرنے کی ان میں تاب نہیں عراق اور لیبیا کی مثال ہمارے سامنے ہے ان کے چوں چرا کرنے پر ان پر فرد جرم عائد کر کے پابندیاں لگا دی گئیں۔ پابندیوں پر بھی اقوام کی سپر پاور امریکہ مطمئن نہ ہوا تو انہوں نے ان پر وحشیانہ طور پر حملہ کر دیا۔ اقوام متحدہ کا وجود ان ہی سپر پاورز کی وجہ سے ہے۔ عالمی طور پر امن و امان کا علمبردار منظم اور اقوام متحدہ امریکہ جیسے تعلیم یافتہ، عالمی امن و امان کے خواہاں دنیا کو دہشت گردی سے پاک کرنے کے علمبردار مہذب ملک سے بھی اپنی بات نہ منوا سکا۔ تو سوچیے ذرا اقوام متحدہ کو آتا ہی کیا ہے؟ صرف ان بے چارے مسلم غریب، بے بس اور کم حیثیت ممالک پر حکم چلانا جو اقوام متحدہ کی سپر پاور کے لیے بے چارے اور بے حیثیت کیڑے ہیں۔ اور اب تو ہمارا ملک بھی ان ہی کم حیثیت اور بے چارے ممالک میں شامل ہو گیا ہے کہ امریکہ نے اس کی تمام قراردادوں کو نظر انداز کر کے اقوام متحدہ کے وجود کو غیر مؤثر قرار دے کر عراق پر حملہ کر دیا۔ بیچارہ اقوام متحدہ اس نے امریکہ سے کچھ کہنے کی جسارت کر لی تو سلامتی کونسل کو بھی پتہ چل گیا کہ اس کی امریکہ کے سامنے حیثیت کیا ہے۔ اقوام متحدہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکا کہ وہ کاسہ لیسی اور جی حضوری کرے۔ مسلم حکمرانوں کے لیے اقوام متحدہ کی امریکہ کے آگے بے چارگی لمحہ فکریہ ہے کہ مسلم حکمران یہ بات سمجھیں کہ جس اقوام متحدہ کی ہر بات کو وہ من و عن قبول کرتے آئے ہیں۔ جس کی پیروی میں بعض اوقات اپنا وقار تک مجروح کرنا پڑا ہے۔ وہ ایک بے بس ادارہ ہے۔ جس میں سپر پاور کا اقتدار ہے اور اس ہی کے مفادات کا فروغ ہے۔ اقوام متحدہ کو کیوں یہ خیال نہ آیا کہ سلامتی کونسل کے احترام کو مجروح کرنے والا اپنی من مانی کر رہا ہے۔ وہ کیوں سلامتی کونسل کی مجرم کو آزاد چھوڑے ہوئے ہے۔ اس پر کیوں پابندیاں عائد نہیں کرتا۔

عمران خان......کراچی